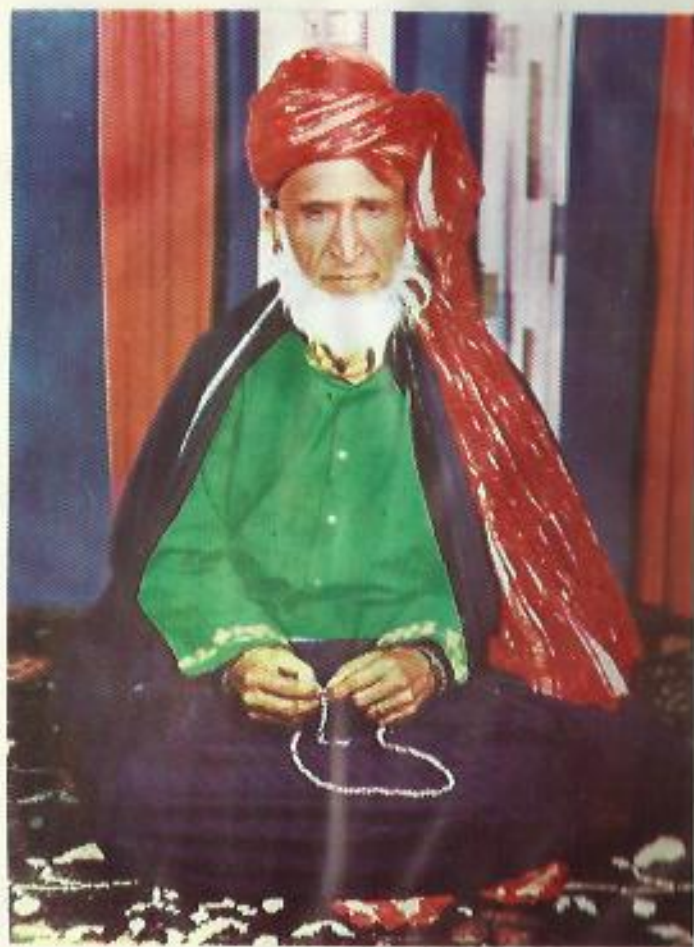


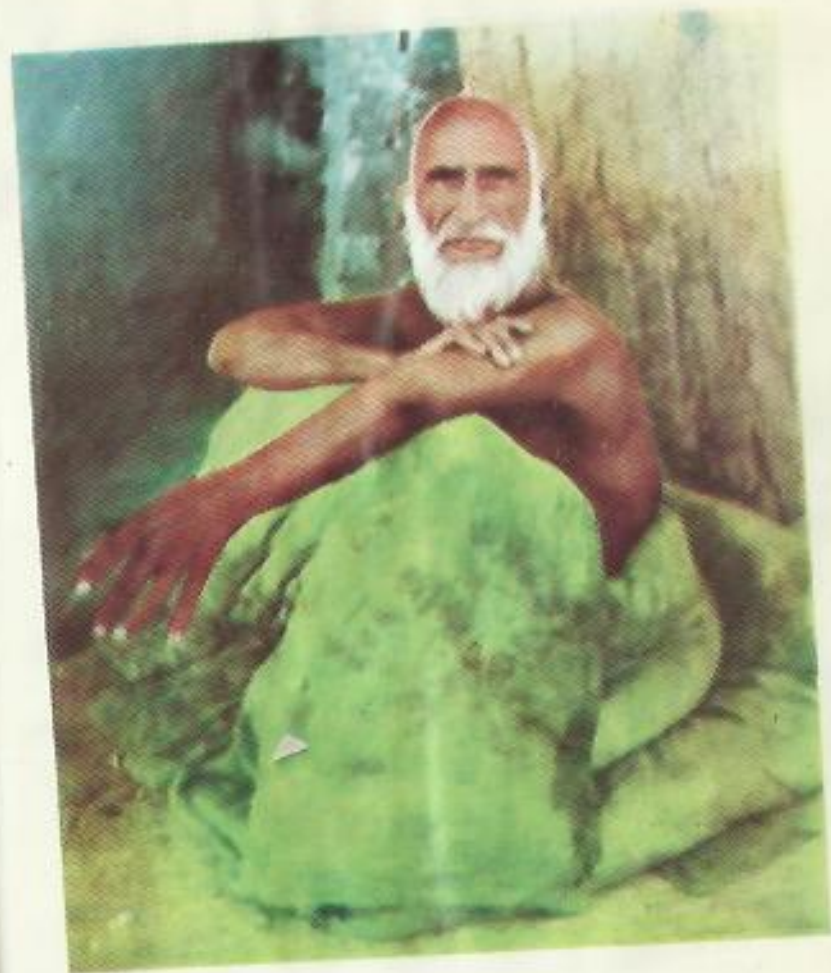
تذکرہ
حضرت پیر محمد صادق نقشبندی



تذکرہ حضرت پیر محمد صادق نقشبندی

مصنفہ
مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری بی اے

انتظامیہ کمیٹی دربار عالیہ نقشبندیہ حضرت پیر محمد صادق
نقشبندی - پھانگ نمبر - مغلیہ لاہور



فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
	حضرت ابوبکر صدیقؓ	۹		تقریر محمد علی محمد موسیٰ انصاری	۱
۴۸	حضرت امام جعفر صادقؓ	۱۲	۱۱	ذیل لفظ از مؤلف	۲
	سلطان العارفین حضرت	۱۳	۲۶	اہل انبیاء حالات	۳
۵۰	بایزید بسطامی		۲۷	وردہ لاہور	۴
۵۲	حضرت ابوالحسنؓ غرقانی	۱۴	۲۸	چلا سفر ہندوستان	۵
۵۵	حضرت خواجہ بوعلی ناردی	۱۵		سلسلہ عالیہ نقشبندیہ	۶
۵۷	حضرت خواجہ ابویوسفؓ	۱۶	۳۰	میں بیعت	۷
	بہدانی		۳۱	حالات ہندوگان شجرہ عالیہ	۸
	حضرت خواجہ عبدالخالقؓ	۱۷		نقشبندیہ بیاتہ صادقہ	۹
۵۹	غجدوانی			تاجدار مدنیہ حضرت محمد	۱۰
	حضرت خواجہ محمد عارفؓ	۱۸		مصلحت احمد مجتبیٰ صلی اللہ	۱۱
۶۱	رویگری		۳۲	علیہ وآلہ وسلم	۱۲
۶۲	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی	۱۹		امیر المؤمنین علیہ السلام	۱۳
	حضرت خواجہ عزیزان علی	۲۰	۳۹	حضرت ابوبکر صدیقؓ	۱۴
۶۳	رامیشنی		۴۳	حضرت سلیمان فارسی	۱۵
۶۵	حضرت خواجہ محمد بابا سہاسی	۲۱	۴۶	حضرت قائم بن محمد بن	۱۶

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب تذکرہ حضرت پیر سائیں محمد صادق نقشبندی لاہوری
مصنف مؤرخ لاہور محمد دین کلیم تادری بی۔ اے
ناشر محمد دین کلیم تادری بی۔ اے
تعداد اشاعت ۵۰۰
طباعت بار اول
مطبعہ لیاقت شاہ پریز دانا دربار مارکیٹ لاہور
سن طباعت جون ۱۹۸۷ء
قیمت

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۲	حضرت خواجہ شمس الدین	۳۵	۱۰۱	حضرت خواجہ محمد اشرف مدنی	۱۰۱
	امیر کمال	۴۷		حضرت حافظ سید جمال اللہ	۳۶
۲۳	خواجہ خواجگان حضرت		۱۰۳	رامپوری	۱۰۳
	سید بہاؤ الدین نقشبندی	۴۹	۱۰۵	حضرت خواجہ محمد علی نقشبندی	۱۰۵
۲۴	حضرت خواجہ علاؤ الدین	۳۸		حضرت خواجہ محمد فیض اللہ	۳۸
	عطاف	۷۲	۱۰۶	تیرائی	۱۰۶
۲۵	حضرت خواجہ یعقوب چرخ	۷۴	۱۰۸	حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی	۱۰۸
۲۶	حضرت خواجہ عبید اللہ احرار	۷۷	۱۰۹	حضرت خواجہ فقیر محمد نقشبندی	۱۰۹
۲۷	حضرت خواجہ محمد زائد	۸۰		امیر ملت حضرت حافظ سید	۳۱
۲۸	حضرت خواجہ درویش محمد	۸۱	۱۱۱	جامعت علی شاہ علی پوری	۱۱۱
۲۹	حضرت مولانا خواجہ علی سنگی	۸۲		حضرت پیر حیات محمد	۴۲
۳۰	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ	۸۴	۱۱۵	نقشبندی	۱۱۵
	دہلوی	۴۲	۱۱۸	دور مجذوبیت	۱۱۸
۳۱	حضرت امام ربانی مجدد	۴۲		رہلوی اور نہروالوں سے	۴۲
	الف ثانی شیخ احمد سرہندی	۸۸	۱۱۸	تنازعہ	۱۱۸
۳۲	عروۃ الوثقی حضرت خواجہ	۴۵		لاہور کے مجاذیب و	۴۵
	محمد معصوم	۹۹		مجاہدین	
۳۳	حضرت خواجہ حجت اللہ	۹۷	۱۲۰	مجاذیب لاہور عہد سلطین	۱۲۰
	محمد نقشبندی	۹۷	۱۲۳	مجاذیب لاہور مغلیہ دور	۱۲۳
۳۴	حضرت خواجہ محمد زبیر	۹۹	۱۳۷	مجاذیب لاہور عہد سکھوں	۱۳۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۹	مجاذیب لاہور عہد انگلیشیہ	۱۴۶	۶۳	کرامات بعد از وصال	۲۳۳
۵۰	مجاذیب لاہور زمانہ پاکستان	۱۵۵	۶۴	ترکیب ختم خواجگان نقشبندیہ	۲۳۴
۵۱	دوسرا سفر ہندوستان	۱۶۸	۶۵	چل کاف شریف	۲۳۷
۵۲	پاکستان میں سیر و سیاحت	۱۷۰	۶۶	شجرہ شریف	۲۳۹
۵۳	وصال	۱۷۲	۶۷	تعوذات و عملیات	۲۴۲
۵۴	مقبرہ	۱۷۶	۶۸	شجرہ طیبہ نقشبندیہ	
۵۵	جامع مسجد پیر محمد صادق			حیاتہ صادقہ	۲۵۰
	نقشبندی	۱۷۸	۶۹	تواریخ عرس مشائخ نقشبندیہ	
۵۶	دارالعلوم نقشبندیہ	۱۷۹		مجددیہ صادقہ	۲۵۳
۵۷	آمدہ مضمونہ بندی	۱۸۰	۷۰	انتظامیہ کیشی دربار حضرت	
۵۸	عرس مبارک	۱۸۱		پیر محمد صادق نقشبندی	
۵۹	اخلاق عالیہ	۱۸۲	۷۱	لاہوری	۲۵۶
۶۰	ارشادات عالیہ	۱۸۵	۷۲	ماخذ	۲۵۸
۶۱	خوارق و کرامات	۱۸۸		تصنیفات مؤرخ لاہور	
۶۲	تاثرات	۲۰۵		محمد دین کلیم قادری	۲۶۱



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بَلِّغْ أُنْسِي بِحَمَالِهِ
كُشِفَ الدُّجَى بِحَمَالِهِ

حَسُنَتْ جَمْعُ خِصَالِهِ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَآلِهِ

ان کا کرم کرم ہے میری زندگی کیساتھ
ایسا کرم ہوا ہے، نہ ہو گا کسی کے ساتھ

لَا يُمْكِنُ الشَّكُّ كَمَا كَانَ حَقُّهُ
بَعْدَ أَنْ خَدَا بَزْرُكَ تُوْنِي قِصَّةً مُخْتَصِرَةً

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجسا

(عزیز بخاری)

تقدیم

(عظیم اہل سنت عظیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری)

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

حضرت سائیں محمد صادق صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کو میں چار مرتبہ ملا ہوں۔ وہ بلاشبہ صاحب کشف و کرامات بزرگ ہیں۔ حضرت سائیں صاحب ابتداء میں ساکن تھے پھر مجذوب ہو گئے اور تقریباً تیس سال تک وہ اسی حالت جذب میں رہے۔ مگر زندگی کے آخری سالوں میں ان کی کیفیت جذب جاتی رہی اور نماز جمعہ محترمی مولانا احمد حسن نوری (جامع مسجد خفیفہ منار دقہہ بالمقابل ڈاک خانہ مغلیہ لاہور) کی اقتدار میں ادا کیا کرتے تھے۔ مگر کبھی بھی ان کا انداز گفتگو ملائیمہ جیسا ہوتا تھا۔ پانچویں دفعہ میں حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والدین کو میں (رحمۃ اللہ علیہما) کے مقابلہ کی زیارت سے واپسی پر سائیں صاحب قبلہ سے ملاقات کی نیت سے ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ لاہور سے باہر تشریف لے گئے ہوئے۔ اچانک میری نظر ایک چھوٹی سی نو تعمیر مسجد پر پڑی تو دریافت کیا کہ یہ کس نے بنوائی ہے؟ جواب

ایک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
(مولانا روم)

عشق ذوقیت ہم نشین حیات
بلکہ چشمت بر جبین حیات

آب در میوہ خرد عشقت
بلکہ آب حیات خود عشقت

لذت عشق عاشقان دانشد
پاک بازان جاں نشان دانشد
(شیخ فخر الدین عراقی)



بلا حضرت صاحب نے !۔ یہ سنتے ہی میرے دل نے کہا کہ سائیں صاحب نے تیار کر لی ہے۔ چنانچہ چند ماہ بعد موصوف واصل بحق ہو گئے۔

صورت از بے صورتی آمد برون

باز شد انا الیہ راجعون

مؤرخ لاہور جناب میاں محمد دین کلیم صاحب نے اس صاحب جذب بزرگ کے حالات و کرامات مستفیدین اور مستفیضین کی مستند شہادتوں پر مشتمل ایک کتاب مرتب کی ہے جو بہت ہی اچھی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ میاں صاحب کو جزائے خیر سے نوازے اور ان کی دیگر تالیفات کی طرح اس کتاب کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے اور قارئین کتاب کو حضرت سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی فیوض و برکات سے مستفید فرمائے اور ان کی نسبت نقشبندیہ کی پاسداری کی بھی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین بحساب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

لاہور

یکم جنوری ۱۹۸۶ء

پیش لفظ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

عَمَّ دَعَا وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَ عَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنَ

شاہد رحیم و کریم کاکس قدر احسان اور ختمی مرتبت رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کاکس قدر فضل و کرم ہے کہ اس نے پڑھائی ماجہ محمد دین کلیم قادری ابن حضرت میاں شہاب الدین قادری نور اللہ مدظلہ العالی ۱۹۶۵ء ابن حضرت قاضی محمد محمد بخش قادری متوفی ۱۹۵۶ء ابن حضرت غلام احمد قادری متوفی ۱۹۲۸ء ابن حضرت خواجہ حسین قادری متوفی ۱۹۹۶ء ابن مطلب وقت حضرت شیخ کمال قادری متوفی ۱۹۳۹ء از اولاد حضرت قاضی طوس الدین براتی متوفی ۱۳۸۲ء کو اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق عطا کی کہ وہ حضرت سائیں محمد صادق قدس سرہ العزیز نقشبندی لاہوری متوفی ۱۹۸۲ء کے حالات و واقعات ترتیب دے۔ فقیر حقیر اس سے قبل اولیائے لاہور وغیرہ پر تقریباً دو صد کتابیں لکھ چکے، پمفلٹ اور مقالہ جات شائع کر چکا ہے۔ جن کی تفصیل زیر نظر کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ مؤرخین لاہور میں سے آج تک کسی نے بھی اس قدر ریکارڈ اولیائے کرام لاہور پر مرتب کرنے کی سعادت حاصل نہیں کی۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ بلند و برتر و بالاکا خصوصاً العالیٰ ہے۔

”ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدا شے بخشندہ“

حضرت سائیں محمد صادق نقشبندی نے ساری زندگی حالت مجذوبیت میں بسر کی۔ آخری چند سال حالت صحو میں آئے اور شریعت محمدیہ کی مکمل طور پر پابندی کی۔ راقم الحروف نے ان کے حالات جمع کرنے میں کافی محنت کی۔ ان کے مریدوں سے ملا۔ آستانہ پر حاضر ہوا۔ بیرون شہر کے مریدین اور متبعین سے بذریعہ خط و کتابت رابطہ قائم کیا۔ کچھ اجلب نے جواب دیا، کچھ نے تفاخر برتا۔ مگر یہ کوشش جاری رہی اور بالآخر یہ چند اوراق کتاب کی شکل اختیار کر گئے۔ جو ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

پیش اس کے کہ کتاب شروع کی جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی مختلف کیفیات کا قدیم کتب تصوف سے موازنہ کیا جائے کہ ان پر کیسی کیسی کیفیات وارد ہوتی ہیں اور وہ کس طرح اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور اللہ مجرم کی یاد میں شب و روز غور رہتے ہیں۔

صوفیانہ اصطلاحات میں مجذوب کے متعلق زمانہ قدیم سے ہی لکھا جا رہا ہے جس کی مختصر تفصیل اس طرح ہے۔

علامہ مینیہ :- یہ صوفیا کی وہ جماعت ہے جو ریا سے بچتی ہے اور اخلاص میں کوشاں رہتی ہے اور لوگ ان کے متعلق غلط رائے قائم کر لیتے ہیں ان لوگوں نے نہ تو اپنے حالات پر نظر ثانی کی اور نہ ہی اپنے معاندین کے فیصلوں کو اہمیت دی وہ دارورسن کو مقام عظمت جان کر قبول کر لیتے ہیں۔

قلندر :- قلندر کا مرتبہ بہت بلند ہے وہ حالات، کرامات اور مقامات سے تجاوز کرتا چلا جاتا ہے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کہتے ہیں کہ جب صوفی منتہی اپنے مقاصد کو پالیتا ہے تو قلندر ہو جاتا ہے حضرت علامہ اقبال کہتے ہیں۔

قلندر ان کہ بہ تسخیر آب و گل کوشند
ز شان تاج ستانید و خرقة بردوشند

مجذوب :- صوفیا میں مجذوب کا مقام نہایت ہی نازک اور منفرد ہے۔ مجذوب کا مقام قلندر سے علیحدہ ہوتا ہے اسے بیگانے و خوراعتنا نہیں سمجھتے اور خاطر میں نہیں لاتے۔ اس رائے پر چلنے والا سالک بعض اوقات یاد باری تعالیٰ کے قلب میں محسوس جاتا ہے۔ عالم و مافیہ کے تمام خیالات محو ہوجاتے ہیں گلاب اللہ ایک کشش ہوتی ہے جو باعث ترقیات مزید ہوتی ہے۔ اس حالت کو صفائی ہندی کہتے ہیں جو صفائی وقت کی ابتدائی منزل ہے اس حالت کے صوفی کو سالک صوفی کہتے ہیں۔ صوفی پر مختلف مقامات آتے ہیں۔ تجلیات وارد ہوتی ہیں اور وہ صفائی متوسط کے مقام پر پہنچ جاتا ہے پھر وہ جا کر مجذوب کامل بن جاتا ہے یہ مجذوب موصول ہو کر مقام تعین پر پہنچ جاتا ہے یہ مقام صفائی منتہی ہے اور اس رتبہ پر فائز صوفی کو مجذوب سالک کہا جاتا ہے۔

صوفیانہ اسلام کے مجذوبین کی ایک خاص تعداد ایسی ہے جسے تاریخ و سیرت نے لہجہ دامن میں جگہ دی ہے۔ مجذوبین کا یہ طبقہ اصلاح عالم کے کسی مقام پر متعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی انھیں جذب حقیقی سے اس کی فرصت ملتی ہے کہ ان کی اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیں۔ ہاں ہمہ بعض حضرات ابن عجاذیب کے گواہی دہی کی جنہیں سے وارث ہوتے ہیں۔

الطاس العارفین تصنف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی میں لکھا ہے۔

سرخیل مجذوب

لوگتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ساتویں آسمان میں ہوں وہاں میں نے

ایک شخص کو کپڑا پٹے ہوئے سوئے ہوئے دیکھا۔ جس میں محبت کے شعلے جھڑک رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ مجذوبوں کا سردار ہے اور سر مجذوب کو اس سے امداد پہنچتی ہے۔ بظاہر یہ مجذوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے ہو گندا

”نعمات الانس“ مصنفہ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی متوفی ۸۹۵ھ میں

لکھا ہے :-

”مجذوب وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں منتخب فرمائے اور بغیر کوشش اور مجاہدہ کے اس کو تمام مقامات اور مراتب عالیہ پہنچا دے۔“
حضرت امام ابو بکر بن ابی اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب (متوفی اواخر چہارم صدی ہجری) اپنی تالیف ”تعریف لمذہب اہل التصوف“ میں لکھتے ہیں :-
”غلبہ ایک ایسی حالت ہے جب بندے پر طاری ہوتا ہے تو وہ اسباب کا ملاحظہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی آداب کا لحاظ رکھ سکتا ہے اور وہ اس میں اس قدر گرفتار ہوتا ہے کہ جو چیزیں اس کے سامنے آتی ہیں ان میں امتیاز نہیں کر سکتا اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ایسی بات کر بیٹھتا ہے جسے وہ لوگ جو اس کی حالت نہیں جانتے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔“

مزید فرماتے ہیں :-

”شکر ہے کہ انسان اشیاء سے توبہ خیر ہو مگر ان میں امتیاز کرنے سے غافل ہوا ویر اس طرح ہے کہ حق کی موافقت کرتے ہوئے سود مند چیزوں کو غیر سود مند چیزوں سے اور لذیذ چیزوں کو غیر لذیذ چیزوں سے امتیاز نہ کر سکے۔ اس کے لیے پتھر، مٹی کے ڈھیلے سونا اور چاندی سب یکساں ہیں۔“

”اور جو شکر کے بعد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اشیاء میں تفریق کر سکے۔“

یہ صوفیاء کے احوال و آثار پر قدیم تذکرہ ہے۔

”کتاب الملع فی التصوف“ مصنفہ شیخ ابونصر سراج ۴۲۹ھ متوفی ۴۹۹ھ

میں لکھا ہے :-

”صوفیاء کے کچھ مخصوص آداب ہیں مثلاً زیادہ کے مقابلے میں محقری کی دنیوی دولت پر قناعت قوت لامیوت، ضروری لباس، کچھونا اور دیگر انتہائی ضروری چیزوں پر گزارہ۔ فقیری کو امیری پر ترجیح، کثرت کے مقابلے میں قلت پر قناعت، بشکم سیری پر بھوک کو اختیار کرنا، ضرور نماز اور علوم تربیت سے کنارہ کشی۔ چھوٹوں پر شفقت، ہر ایک سے تواضع سے پیش آنا، خلق خدا کے لیے ضرورت کے وقت قرانی دیکھ کر جرات، دنیا حاصل کرنے والوں پر رشک نہ کرنا، اللہ سے محبت، طاعت میں سبقت، تمام اچائیوں کی طرف قدم بڑھا کر اللہ الی اللہ، فقط اللہ سے لو لگانا، آزمائشوں پر صبر اختیار کرنا۔ اللہ کے ہر فیعل پر اظہار رضا مندی، مسلسل مجاہدہ نفس، مخالفت خواہشات اور اس نفس امارہ سے دشمنی جسے اللہ نے امارہ بالسوء کے نام سے کہا جاتا ہے اور جس کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا :-

”یہ نفس امارہ ہی وہ بدترین دشمن ہے جو تیرے پہلوؤں میں موم رہے۔“

رسول اللہ نے فرمایا :-

”میری اُمت کے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہونگے

صحابہ نے عرض کیا :-

"یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے ؟"

آپ نے فرمایا "جو خود کو داغتے ہیں اور نہ ہی جاؤ منتر کی طرف رجوع کرتے ہیں بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں :- اگر فائدہ کشی بازار میں بکنے والی کوئی جنس ہوتی تو طالبین آخرت کے لیے بازار سے کوئی اور چیز خریدنا بہتر نہ ہوتا۔

ابو سلیمان درانی کہا کرتے تھے : اللہ کے ہاں فائدے کے خزانے بھرے پڑے ہیں جو طلب کرے اسے عطا فرماتا ہے۔

ابن سالم علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ صوفیہ جب غذا کو کم کرنا چاہتے ہیں تو ہر جمعہ کے روز بٹی کے کان کے برابر کھانا کم لیتے۔

(کتاب التمع فی التصوف)

حضرت امام شعرانی لباس کے بارے میں فرماتے ہیں :- درویش کا برہنہ جسم رہنا اشارہ ہے کہ باطن میں ہستی سے تجدید ہے۔

حضرت سید علی بن عثمان بجوری المعروف بہ حضرت داماد گنج بخش لاہوری متوفی ۳۵۵ھ اپنی تالیف لطیف "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں : کہ اس زمانہ میں

صوفیائے کرام کے مختلف مکاتب و مذاہب ہیں، ان کی تعداد بارہ ہے ان میں دس مقبول اور دو مردود ہیں۔ مقبول مکاتب کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ محاسبیہ :- اس فرقہ کے راہبنا ابو عبد اللہ حارث بن اسد محاسبی ہیں ان کا عقیدہ تھا کہ راضی بہ رہنا رہنا کوئی مقام تصوف نہیں ہے بلکہ یہ صوفی کا ایک حال ہے۔

۲۔ فزاریہ :- اس کا تعلق ابو صالح بن حمد بن احمد بن عمارہ الفزاری سے ہے

ان کا طریقہ اظہار و نشر ملامت ہے (مقامی)

۳۔ طیفوریہ :- یہ فرقہ ابو زید طیفور بن عیسیٰ بن سروشان بسطامی سے تعلق رکھتا ہے ان کا مسلک غلبہ سکرو فرط شوق الی اللہ ہے۔ یعنی حالت سکرو میں رہتے ہیں۔

۴۔ حنیدیہ :- اس فرقہ کا تعلق حضرت ابو القاسم حنید بن محمد سے ہے۔ آپ کا مسلک صوم تھا۔

۵۔ نوریہ :- فرقہ نوریہ کا تعلق حضرت ابو الحسن احمد بن نوری سے ہے آپ کا مسلک نقوف میں پسندیدہ ہے۔

۶۔ سہیلیہ :- فرقہ سہیلیہ کا تعلق حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری سے ہے آپ کا طریقہ اجتہاد و مجاہدہ نفس و ریاضت ہے۔

۷۔ حکیمیہ :- اس فرقہ کے بانی حضرت ابو عبد اللہ بن علی حکیم ترمذی ہیں۔ آپ کا طریق عمل ولایت و تصوف کے رنگ میں تھا۔

۸۔ خرازیہ :- اس فرقہ کا تعلق حضرت ابو سعید خرازی سے ہے ان کے پاس شیر و رندے وغیرہ آتے تھے اور ان کو آپ کھاتے اور رکھوالی کتے تھے

۹۔ خفیفیہ :- اس فرقہ کا واسطہ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی سے ہے جو شہوات نفسانیہ سے اجتناب برتتے تھے۔

۱۰۔ سیاریہ :- اس کا تعلق حضرت ابو العباس سیاری سے ہے جو مرد و عورتوں کے امور تمام منوم میں عالم کامل۔

۱۱۔ حلویہ :- ان کے دو گروہ ہیں جو مرد و عورتوں میں باطل ہیں۔

۱۲۔ پہلا گروہ ابی سلمان دمشقی کی تقلید کرتا تھا یہ بلخ میں ان کا کلام توحید اور تحقیق کے خلاف ہے۔

ب :- دوسرا گروہ حسین بن منصور ملاح کا تابع ہے صاحب "کشف المحجوب" لکھتے ہیں کہ آپ سرستان بادۂ وحدت اور مینائی جمال احدیت گذرے ہیں اور نہایت قری العال مشائخ میں تھے۔ ایک گروہ آپ کو مردود کہتا ہے اور دوسرا مقبول بارگاہ بتاتا ہے۔ مردود کہنے والوں میں حضرت عمرو بن عثمان مکی، حضرت ابویقوب ہر جوری، حضرت ابویقوب اقطع اور حضرت علی بن سہل اصفہانی سر فہرست ہیں اور مقبول بارگاہ ماننے والوں میں حضرت بایزید عطا محمد بن حنیف حضرت ابوالقاسم نصر آبادی وغیرہ ہیں۔ ان کے علاوہ تمام متاخرین صوفیہ انھیں مقبول مانتے چلے آ رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی، حضرت حریری، حضرت مصری ان کے معاملہ میں توقف کرتے ہیں علاوہ بریں حضرت شیخ المشائخ ابوسعید ابوالخیر، حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی اور حضرت شیخ ابوالعباس شقاقی وغیرہ حسین بن منصور ملاح کو صاحب سیر مانتے تھے اور ان کے نزدیک وہ ایک عارف کامل اور بزرگ تھے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں۔ مشائخ میں چند ایک کے علاوہ کوئی بھی ان کی معنویت کا مستکر نہیں بلکہ تمام مشائخ ان کے کمال افضل اور صفائی حال اور کثرت اجتہاد و ریاضت کے معترف ہیں۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں اور جمیع بن منصور علاج ایک ہی طریق پر ہیں مگر مجھے میرے دیوانہ پن نے آزاد کرادیا اور حسین بن منصور کو اس کی عقل مندی نے ہلاک کرادیا۔

"سرا ل سرار فیما یحتاج الیہ الابرار" مصنفہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی متوفی ۷۱۰ھ میں لکھا ہے۔

تیسویں فصل۔ اہل تصوف کے بیان میں۔

اہل تصوف بارہ قسم کے ہیں۔ پہلی قسم وہ لوگ ہیں جو سنت نبوی (علی صاحبہا

القیات والتسلیمات) کے ساتھ نسبت رکھنے والے ہیں ان سب کے اقوال و افعال الشریعت اور طریقت کے مطابق ہیں۔ یہ لوگ اہل سنت و جماعت ہیں ان میں سے بعض با حساب کتاب اور بغیر مذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور بعض سے سہل حساب لیا جائے گا۔ اور وہ معمولی سزا پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ باقی جتنے گروہ ہیں وہ سب بدعتی ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ فرقہ خلویہ :- اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ خوب صورت عورت اور بے ریش حسینؑ کے جسم کی طرف آنکھ اٹھا کر نظر کرنا حلال ہے یہ لوگ رقص کرتے ہیں اور ان کے مذہب میں بوس و کنا۔ مباح ہے اس قسم کا عقیدہ سرا سر کفر ہے۔

۲۔ فرقہ حانیہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ رقص اور تالی بجان حلال ہے اس قسم کا عقیدہ بدعت اور خلاف سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

۳۔ فرقہ اولیائیہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ جب مقام ولایت کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف شرعی اس سے مافظ ہو جاتی ہیں نیز وہ کہتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے اس قسم کا عقیدہ بھی کفر ہے۔

۴۔ فرقہ حبیبیہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ جب مقام محبت تک پہنچ جاتا ہے تو شرعی تکالیف اس سے مافظ ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی ٹرنگا جوں کو نہیں ڈھکا پنتے۔

۵۔ فرقہ حمدیہ :- یہ فرقہ وحد و رقص کی کیفیت میں خود سے مباشرت (جماع) کرتے ہیں جب ہوش میں آتے ہیں تو غسل کرتے ہیں ان کا یہ اعتقاد باطل اور انکی ہلاکت کا موجب ہے۔

۶۔ فرقہ اباحیہ :- یہ لوگ حرام کو حلال اور عورتوں کو (ناجائز طور پر) مباح کرتے ہیں۔

۸۔ فرقہ متکاسلہ :- کاروبار ترک کر کے در بدر مانگتے پھرتے ہیں یہ لوگ اس عقیدے کے باعث ہلاکت کے گڑھے میں گر گئے۔

۹۔ فرقہ مستحلبہ :- یہ لوگ فاسقوں کی طرح کالباس پہنتے ہیں جو کہ حضور پر نور کے ارشادِ عالی کے خلاف ہے کہ جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ ان میں سے نہیں ہے۔
۱۰۔ فرقہ واقعہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت غیر اللہ کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے انھوں نے طلب معرفت الہی ترک کر دی اور اس جہالت کے باعث ہلاک ہو گئے۔

۱۱۔ فرقہ الہامیہ :- یہ لوگ علم دین کو ترک کرتے ہیں اور درس و تدریس کے بھی مخالف ہیں۔

۱۲۔ فرقہ شمرانیہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ صحبت فذیبی ہے اور اس کے سبب امر و نہی ساقط ہو جاتے ہیں۔ ظنور اور دیگر آلات موسیقی اور لہو لعل کو حلال جانتے ہیں اور عورتوں سے کسی قسم کا متنع جائز نہیں رکھتے۔ یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا خون مباح ہے۔

حال اللہ کی بارہ اقسام ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔ یاد رہے کہ یہ سب اولیاء اللہ کے مقامات اور عہدے ہیں اور یہ سب حضور پر نور کے نور سے حقہ لیتے ہیں اور دنیا میں اس کو پھیلاتے ہیں۔

قطب :-

قطب کو قطب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تمام مقامات اور حالات کا جامع ہوتا ہے اور سب کی گردش کا مرکز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو چاروں اطراف مشرق، مغرب، جنوب شمال میں اس طرح گھومنے پھرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ آسمان

المن سادی میں گردش کرتا ہے ان کا مقام زمین بتایا گیا ہے۔ قطب ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کو قطب مدار، قطب الارشاد، قطب عالم، قطب جہاں قطب الاقطاب اور قطب کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

غوث :-

یہ ہر زمانے میں صرف ایک ہی ہوتا ہے۔ عام طور پر اس کی رہائش مکہ معظمہ ہے۔

۳۔ امامان :-

قطب الاقطاب کے دو وزیر ہوتے ہیں جنھیں امامان کہتے ہیں اور اس کے ماتحت کام کرتے ہیں۔

۴۔ اوتاد :-

اوتاد اولیاء اللہ ہر زمانے میں چار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے چاروں اطراف مشرق، مغرب، جنوب، شمال کی نگرانی فرماتا ہے یہ زمین کے گوشوں میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔

۵۔ ابدال :-

ابدال سے مراد وہ گروہ ہے جو اہل کشف، اہل مشاہدہ، اہل محبت اور اہل مغفرت ہوتے ہیں اور لوگوں کو توحید الہی اور دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں جب ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدل دوسرے کو تعینات کر دیتے ہیں

نیز اللہ کریم ان کے وجود کی برکت سے بندوں کو خوشحال اور شہروں کو آباد کرتا ہے اور ان کے طینل لوگوں سے آفات، بلیات اور شر و فساد کو دور فرماتا ہے یہ تعداد میں چالیس ہوتے ہیں ان کا مقام ملک شام ہے۔ ابدالوں کی تعداد زیادہ ہی بتائی گئی ہے۔

۶۔ اخبار :-

یہ تعداد میں سات ہوتے ہیں اور زمین پر سیاحت کرتے پھرتے ہیں۔ عراق میں بھی ہیں۔ کچھ بزرگان نے لکھا ہے کہ اخبار ابدالوں میں سے چالیس منتخب کر لیے جاتے ہیں۔

۷۔ ابرار :-

یہ رجال اللہ صبی دنیا میں بے شمار پھیلے ہوئے ہیں۔

۸۔ بخیاء :-

بعض صوفیاء لکھتے ہیں کہ ان کی تعداد ستر ہوتی ہے مگر حضرت شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں کہ ان کی تعداد ہر زمانے میں آٹھ ہوتی ہے اور یہ آٹھ صحفائے کامل ہوتے ہیں۔ نیز آٹھ آسمانوں کے ملامت ہوتے ہیں۔ عام طور پر ان کا مقام کوہ ہے سب کا نام حسن بتایا جاتا ہے اور مصر میں بھی رہتے ہیں۔

۹۔ نقباء :-

یہ تین تلو ہیں۔ مگر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں

جو نویں آسمان کے علم کے جامع ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں بارہ ہی ہوتے ہیں لکھا ہے کہ سب کا نام علی ہوتا ہے۔

۱۰۔ عمد :-

تعداد میں چار ہیں۔ محمدان کا نام ہے۔ زمین کے مختلف زاویوں میں کام کرتے ہیں۔

۱۱۔ مکتوبان :-

یہ چار سزا میں یہ لوگ اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے۔

۱۲۔ مفردان :-

جب قطب عالم ترقی کرتا ہے تو مفرد مہر جاتا ہے۔ ہر زمانے میں ان کی تعداد پانچ سو بہتر ہوتی ہے۔

شہزادہ دارہ شکوہ قادری اپنی تالیف "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتا ہے :-
"صوفیاء کا ایک گروہ وہ ہے جو اپنے آپ کو فرقہ ملائیت سے منسوب کرتا ہے ان کی شناخت بہت مشکل کام ہے ان کا طریق کار بظاہر شرع کے خلاف دکھائی دیتا ہے اس گروہ کے مشہور بزرگ سلطان الغدیر حضرت بایزید بسطامی ہیں۔ ایک دفعہ آپ دور دراز سفر سے اپنے وطن مالوف بسطام پہنچے آپ کے استقبال کے لیے یہاں کے اکابر اور اشراف حاضر ہوئے۔ آپ نے جب لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا۔ اور

فنتہ محسوس کیا تو لوگوں کو اپنے سے بدگمان کرنے کے لیے رمضان شریف کے مہینہ میں بازار سے روٹی منگو کر کھانی شروع کر دی۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو آپ سے منحرف ہو گئے۔ رمضان شریف کے مہینہ میں ان کا روٹی کھانا بظاہر خلاف شرع تھا لیکن درحقیقت شرع کے خلاف نہ تھا، کیونکہ آپ مسافر تھے۔

طریقہ ملائیت

طریقہ ملائیت حقیقتاً شرع کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ یہ فرقہ اس کو اپنی قبائلا لیتا ہے تاکہ لوگوں کی نظروں میں قابلِ ملامت بن کر لوگوں کے هجوم اور رجوع سے جو نقصانات ذکر الہی میں پیدا ہوتے ہیں ان سے اپنے آپ کو محفوظ کر لے۔ اس گروہ کے کسی فعل پر انگشت نہ مٹائی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے کاموں کی اصل حقیقت اور ان کے اصرار پر صحیح طور پر کسی کو اطلاع نہیں ہوتی۔

حضرت ذوالنون مصری اور حضرت ابو تراب بخشی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ سے ندامت ہوتا ہے اس کی زبان کو اولیاء اللہ پر طعن و تشنیع اور اعتراضات و انکار کرنے میں دراز فرما دیتا ہے۔

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی مجددی لاہوری رحمہ اللہ مرقہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حالتِ مجذوبیت میں بسر کیا۔ اور ان پر سکرو حذب کی حالت طاری رہی۔ لیکن آخری ایام میں آپ عالم صومیں آ گئے۔ باقاعدگی سے سنتِ محمدیہ کے حامل ہو گئے اور تاوفات اسی منزل پر فائز رہے رشد و ہدایت سے لوگوں کے قلوب کو مسحور و مغرور کیا اور سچ ثابت کیا کہ اس سلسلہ کی خدمات بے پناہ ہیں۔

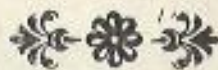
نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برنڈاز و پنہاں بھرم قافلہ را

راقم المعروف اس کتاب کی تکمیل کے سلسلہ میں جناب شیخ محمد اقبال صاحب عموی کسٹ شاہ عالم بکریٹ لاہور کا سچا شکر گزار ہے کہ جنھوں نے اس کتاب کی تکمیل کے لیے بے پناہ کوشش کی۔ ہر قسم کا تعاون کیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر ان کا تعاون شامل حال نہ ہوتا تو یہ کتاب طباعت کے مرحلے میں نہ پہنچ پاتی۔ چونکہ وہ اپنے مرشد پاک کے عاشق زاد ہیں اس لیے ان کا عشق اور خلوص کام آیا۔ اور یہ کتاب زیور طباعت سے آراستہ

ہوتی جس کے لیے وہ لائقِ صد تحسین ہیں اس کے علاوہ حضور سائیں صاحب کے دیگر مریدین و مشتبہین بھی لائقِ ستائش ہیں کہ انھوں نے مولف سے مکمل تعاون کیا اور ہر قسم کا مواد میا کیا۔ اس بات کا امکان ہے کہ اس کتاب میں کچھ غامیاں اور سقم ہوں جس کے لیے مولف اہل فضل و کمال سے معذرت خواہ ہے یہ میری پہلی کوشش ہے اس لیے قدر میں اگر اس میں کوئی سقم پائیں تو مولف کو اس کی نشاندہی کرائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی رَسُوْلِهِ سَيِّدِنَا وَرَحْمَةُ الرَّحْمٰتِيْنَ - تَتَبِعُهُ الْمُذْنِبِيْنَ - خَاتَمُ
النَّبِيِّنَ مُحَمَّدٌ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَامُ
اَرْوَا حِہٖ وَاَحْبَابِہٖ اَجْمَعِيْنَ ہ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

مورخہ حکیم جنوری ۱۹۸۷ء خاک پائے اہل اللہ
محمد دین کلیم قادری
۱۶۔ برنی سٹریٹ - گڑھی شاہو
لاہور ۵



ابتدائی حالات

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی لاہوری رمضان المبارک ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۹۱۲ء موضع بوگرہ منگ ڈوڑ ہسپتال تحصیل مانسہرہ ضلع ایبٹ آباد میں مولوی عبدالواحد کے گھر پیدا ہوئے آپ کی والدہ کا نام ملک جانہ تھا۔ والد ماجد گاؤں کی مسجد کے امام تھے دادا مولانا عبدالمصمد اور پڑاوا مولانا نجیب تھے جو محترم عالم اور متقی دہر سبز گار بزرگ تھے درس و تدریس آپ کا پیشہ تھا کئی ایک جنات بھی آپ کے شاگرد تھے حضرت پیر محمد صادق نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ ابھی آپ سن بلوغت کو پہنچے تھے کہ آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے۔ اس کے بعد آپ کی والدہ کوٹلی بالا تحصیل مانسہرہ میں آباد ہو گئیں اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال تھی۔ آپ کے خاندان کے مزارات حضرت غازی بابا کے دربار کے نزدیک ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کا اس پہاڑی علاقہ میں دھند دور تک کا رقبہ ملکیت ہے آپ قریشی ماسٹی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔



ورود لاہور

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی ۱۹۳۸ء بھر چودہ سال مدینۃ الاولیاء لاہور شریف لائے اور باغبان پورہ کے علاقہ محلہ شاہ بخاری میں اقامت گزریں ہوئے۔ یہاں مسلمانہ دین میں حافظ نامیہ صاحب سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور بعض درس کتابیں مثلاً لکستان، بوستان، قدوری، ہدایہ شریف وغیرہ مدرسہ حضرت سید دیدار علی شاہ اندرون دہلی دروازہ میں پڑھیں۔ اس زمانہ میں آپ لاہور کے مختلف مقامات میں پھرتے رہے آپ کا مدینۃ الاولیاء لاہور میں یہ قیام تین چار سال رہا۔ چونکہ آپ کی طبیعت میں شروع سے ہی سیر و سیاحت کا جذبہ تھا۔ اس لیے آپ ۱۹۳۲ء کے لگ بھگ ہندوستان کی سیر و سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اس زمانہ میں آپ پر مجذوبیت کا جذبہ غالب تھا اور اسی غلبہ کے تحت آپ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچے۔ لاہور سے بمبئی، پونا، ترچنا پلی۔ پھر دہلی سے کلکتہ تک پہنچے۔ بے شمار اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے مزارات عالیہ پر حاضری دی۔ دھند دراز پہاڑوں میں مجاہدات اور ریاضیات کیے اور اس حالت میں کئی سال بسر کیے کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتے تھے۔ اس سے پہلے سفر ہندوستان میں امرتسر، انبالہ، اجیر شریف، دہلی، کلکتہ، ترچنا پلی بمبئی اور پونا وغیرہ مقامات تک پہنچے جس کی تفصیل آگے دی جاتی ہے۔



پہلا سفر ہندوستان

جس زمانے میں آپ اپنے وطن مالوف سے لاہور تشریف لائے تو چندے قیام کے بعد آپ ہندوستان کی سیروسیاحت کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ تقریباً ۱۹۲۸ء سے بعد کا زمانہ ہے جب آپ نے دہلی اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی۔ اور ریاضت و مجاہدات میں صرف کیے۔ ان مقامات پر بھی گئے۔ یہ سفر ۱۹۳۱ء تک محیط ہے۔

اجمیر شریف

حضرت خواجہ خواجگان سید معین الدین اجمیری کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے اور وہاں سات سال قیام فرمایا اور چلہ کاٹا۔

پونا

اس شہر میں چار سال اقامت گزری رہے۔ یہاں آپ کے نام کی مسجد بھی ہے خود فرمایا کرتے تھے کہ جس ہوس کے قریب میں رہتا تھا وہ آج بھی موجود ہے

ممبئی

چھب بمبئی پہنچے تو وہاں دو سال قیام فرمایا۔

ترچناپی

اس شہر کے قریب ایک جنگل میں مجاہدات و ریاضات میں مصروف رہے اور چند سال وہاں ہی رہے۔

کلکتہ

کلکتہ بھی گئے اور چنداں قیام فرمایا۔

انبالہ

انبالہ بھی دیکھا۔

دہلی

قیام دہلی میں آپ نے اس قدیم شہر کے بہت سے مزارات پر حاضری دی اور فیوض و برکات حاصل کیے۔

امر تسر

امر تسر بھی پہنچے۔ شریف پورہ کی گول مسجد میں ہے اور وہاں دینی علوم بھی پڑھتے رہے

سہارنپور بھی گئے

سناغلی (بنگال) بھی تشریف لے گئے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت

ہندوستان سے واپسی کے بعد آپ لاہور آگئے پھر مرشد کی تلاش میں علی پور سیدان حضرت پیر حافظ جماعت علی شاہ نقشبندی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تین دن دماں قیام کیا اور بیعت کی درخواست کی حضرت امیر ملت نے فرمایا کہ مختار احسن سیالکوٹ میں حضرت پیر حیات محمد نقشبندی کے پاس ہے ، دماں چلے جاؤ۔ پنا پھر آپ نے سیالکوٹ جا کر ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ پھر لاہور آئے۔ یہاں آپ نے لاہور کی مختلف آبادیوں میں قیام فرمایا۔ ہنجر وال کے قیام میں آپ نے دماں ایک مسجد کی تعمیر شروع کرائی کچھ دن باغباں پورہ اور سنگھ پورہ میں گزارے۔

پیشتر اس کے کہ آپ کے حالات و واقعات درج کیے جائیں یہاں شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ صلیبیہ جمع سوانح درج کیا جاتا ہے۔



حالات بزرگان

شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ صلیبیہ صافیہ



تاجدارِ مدینہ

حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، شہنشاہ کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول عام الفیل ۱۲۰۰ پریل ۵۷۰ بروز دوشنبہ ۵۳ قبل ہجرت صبح صادق کو مکہ مکرمہ میں ہوئی والد ماجد کا اسم گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اور والدہ مکرمہ کا حضرت آمنہؓ تھا آپ کی ولادت آپ کے چچا حضرت ابوطالب کے مکان میں ہوئی ولادت کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کو اٹھا کر خانہ کعبہ لے گئے اور آپ کے لیے دعا مانگی۔ اور نام پاک محمد رکھا۔ آپ کے والد حضرت عبداللہ آپ کی ولادت سے قبل ہی وفات پا گئے تھے۔ ولادت کے وقت آپ کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ پھر ثویبہ نے اور پھر حلیمہ سعدیہ آپ کو اپنے قبیلہ میں لے گئیں جہاں آپ نے تقریباً چھ سال گزارے اس کے بعد حلیمہ سعدیہ آپ کو لے کر مکہ معظمہ آئیں اور آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ اس سال حضرت آمنہؓ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ گئیں۔ اور واپسی پر مقام ابواء انھوں نے وصال فرمایا۔ اس وقت امّ المین آپ کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ پہنچیں اور آپ کو آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے سپرد کر دیا۔ ۸ سال کی عمر پاک تک انھوں نے کفالت کی۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت ابوطالب نے تاحیات آپ کی کفالت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ سال کی عمر میں حضرت ابوطالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر فرمایا۔ وہاں بحیرہ رامب ملا جس نے حضرت ابوطالب کا

کہ یہ بچہ نبی آخر الزمان ہے اس کو اپنے وطن لے جاؤ مبادا نصاریٰ ان کو نقصان پہنچائیں۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ نے جنگِ فجار میں شرکت فرمائی اور اسی سال حلف الفضول میں بھی حصہ لیا۔ شام کا دوسرا سفر آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں مکہ معظمہ کی ایک امیر ترین اور پاکباز خاتون حضرت خدیجہ کے اہتمام پر کیا۔ اس سفر میں ملک شام میں منظور رامب ملا جس نے وہی الفاظ دہرائے جو قبل از یہی پھر رامب کہہ چکا تھا اس سفر میں ملک شام میں حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ بھی تھا جس نے مکہ معظمہ پہنچتے ہی حضرت خدیجہ کو تمام واقعات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس نے شادی کے لیے درخواست کی۔ جو آپ نے حضرت ابوطالب کے مشورہ سے قبول فرمائی۔ ۲۸ سال کی عمر میں سیدنا حضرت قاسم ۳۰ سال کی عمر میں حضرت زینب ۳۲ سال کی عمر پاک میں سیدہ رقیہ ۳۴ سال کی عمر میں سیدہ امّ کلثومؓ تولد ہوئیں۔ ۳۵ سال کی عمر پاک میں آپ نے تعمیر کعبہ میں حصہ لیا۔ جس کو شدید بارشوں کی وجہ سے کافی نقصان پہنچا تھا۔ اور اس سال خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی ولادت ہوئی۔ ۴۰ سال کی عمر میں آپ پر نبوت نازل ہوئی اور نزولِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۴۲ سال کی عمر میں اعلانیہ تبلیغ اسلام کا حکم ہوا اور ۴۵ سال کی عمر میں حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ ۴۶ سال کی عمر میں حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ خلقِ بگوش اسلام ہوئے۔ ۴۶ سال کی عمر میں شعب ابوطالب میں محصور ہوئے اور اس جگہ تین سال تک قریش مکہ کے بائیکاٹ کی وجہ سے انتہائی مشکل میں رہے۔ ۴۶ سال کی عمر میں امّ المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور حضرت ابوطالب نے وفات پائی۔ یہ سال عام الحزن کہلاتا ہے۔ حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ سے نکاح ہوا۔ دعوتِ اسلام کے لیے طاقت کا سفر کیا۔ ۵۰ سال کی عمر میں معراج ہوا۔ نماز پنجگانہ کی فرضیت ہوئی۔ اوقات کا تعین ہوا۔ مدینہ کے دفنہ اسلام قبول کیا۔ ۵۱ سال کی عمر میں

بیعت مہتمیٰ اولیٰ ہوئی۔ پھر بیعت عقیقی ثانیہ۔ ۵۲ سال کی عمر میں ہجرت ہوئی (ای سال انصار کے ۲، مرد اور ۲ عورتیں بیعت ہوئیں۔

مدنی دؤر کے کوائف اس طرح ہیں :-

۱۔ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے، مسجد قبا کی تعمیر ہوئی۔ مواخات انصار و معاجرین۔ اذان کی ابتداء۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی رخصتی۔ مدینہ منورہ میں آپ کے میزبان حضرت ابویوب انصاری بنے۔ ام المومنین کے لیے محجروں کی تعمیر۔ مثنائی مدینہ (مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ کے درمیان) معاجرین کے لیے مکانات بھی تعمیر ہوئے۔

۲۔ فرمان جہاد، غزوہ بدر، غزوہ یمین، زکوٰۃ کی فرضیت، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ الزہراء کا نکاح۔ تحریک کعبہ (میت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ) رمضان کے روزہ فرض ہوئے اور نماز میں سلام و کلام کی ممانعت ہوئی۔ نیز قربانی کا حکم نازل ہوا۔

۳۔ ام المومنین حضرت حفصہ اور ام المومنین حضرت زینب بنت خویمہ سے نکاح ہوا۔ غزوہ احد، غزوہ غطفان، غزوہ خبران۔ قتل کعب بن اشرف اور ابی رافع۔

۴۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ سے نکاح۔ غزوہ بنی نضیر، غزوہ ذات الرقاع، غزوہ بدر الاخریٰ کے علاوہ حرمت شراب کے احکام نازل ہوئے۔

۵۔ ام المومنین حضرت جویریہ۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش سے نکاح۔ غزوہ دومتہ الجندل، غزوہ بنی مصطلق، غزوہ خندق، غزوہ بنی قریظہ کے علاوہ حجاب کی آیات نازل ہوئیں۔

۶۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ سے نکاح۔ بارہ تیرہ سرایات کے علاوہ

غزوہ حدیبیہ بھی پیش آیا۔ کفار سے اہل اسلام کے نکاح کی حرمت نازل ہوئی۔ ۱۔ مسلمانین کو دعوت اسلام کے فرائین ارسال کیے گئے۔ ام المومنین حضرت صفیہ اور ام المومنین حضرت میمونہ سے نکاح ہوئے۔ ام المومنین حضرت میمونہ کے بعد آپ نے کسی سے نکاح نہیں کیا۔

غزوہ خیبر بھی اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ نجد، عسوان اور شام کے حاکموں کا قبول اسلام۔

۲۔ ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضرت ابراہیم بن رسول اللہ تولد ہوئے۔ حضرت زینب دختر رسول اللہ کی وفات ہوئی۔

حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاصؓ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف اسی سال وقوع پذیر ہوئے۔ مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا۔ حضرت مکرّم بن ابی جہل نے اسلام قبول کیا۔

۳۔ حج اکبر کے موقع پر بے شمار قبائل سے وفود حاضر خدمت ہوئے۔ حج کی فرضیت اور سود کی حرمت نازل ہوئی۔ زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عمال مقرر کیے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق کو امیر الحجاج بنایا گیا اور حج ان ہی کی اقتدا میں ہوا۔ قبول اسلام عدی بن حاتم۔ مسجد ضرار کا واقعہ بھی اسی سال پیش آیا

اکیدر والی دومتہ الجندل اور زوی الکلاخ بادشاہ حمیر مسلمان ہوئے۔ غزوہ تبوک۔ وفات حضرت ام کلثوم دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات نجاشی شاہ حبشہ۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کا آخری سال کئی وفود حاضر خدمت ہوئے۔ حجۃ الوداع۔ تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام اس حج میں شامل ہوئے۔ وفات ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کا آخری سال کئی وفود حاضر خدمت ہوئے۔ حجۃ الوداع۔ تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام اس حج میں شامل ہوئے۔ وفات ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ﷺ:۔ وصال سے چند روز قبل عجب مرض نے شدت اختیار کی تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام مقرر فرمایا۔

۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء بمصر ۶۳ سال بروز سوموار آپ نے وصال فرمایا۔ وصال سے دو دن قبل آپ نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا اور فرمایا میں سب سے زیادہ جس کی دولت اور رفاقت کا ممنون ہوں وہ ابوبکر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اگر میں دنیا میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بنانا مسجد کے رخ کوئی درپچہ ابوبکر کے درپچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے حضرت علیؓ حضرت عباسؓ، حضرت فضلؓ، حضرت قثمؓ، حضرت اسامہؓ بن زید حضرت شقرانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور تین جامہ سے کفن دیا اور حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔

اخلاق حسنہ

إِنَّكَ لَعَلَّ الْخُلُقَ عَظِيمٌ

ہزار بار بشویم وہن ز مشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اگر کل دنیا کے سمندروں کے پانی سیاحی بن جائیں اور جنگل کے درخت قلعیں بن جائیں تب بھی آپ کے اخلاق حسنہ اعلاہ تخریر میں نہیں آسکتے۔ باوجود رحمتہ للعالمین۔ خاتم النبیین۔ شفیع اللہ نہیں ہونے کے نماز اس قدر لمبی پڑھتے تھے کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ روزانہ کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد نصف شب تک استراحت فرماتے پھر تہجد ادا فرماتے۔ اور نماز فجر پڑھاتے۔ اپنی ذاتِ اقدس کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ وہ لوگ جو ۲۳ سال آپ پر

برہنہ کے جو روکم کرتے رہے ان کو بھی معاف کر دیا۔ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے مگر مطاؤں میں بادشاہوں کو شرماتے تھے۔ دوسرے دن کے لیے کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ ایسے بادشاہ تھے کہ جو اپنا تک آپ کو دیکھتا ہیبت کھاتا۔ اپنے اصحاب سے کسی سے ملنے تو اوّل مصافحہ فرماتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے مریضوں کی مزاج پرسی کرنا۔ تواضع سے پیش آنا۔ امانت میں خیانت نہ کرنا۔ سلام میں ابتداء کرنا۔ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔ غصہ کا اظہار نہ کرنا۔ خذہ پیشانی سے پیش آنا۔ کبھی کھانے میں عیب نہ نکالنا۔ سودا سلفِ مرد ہزار سے خرید لانا۔ آپ کی ذاتِ اقدس کے بہترین اوصاف تھے۔

صوفیائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو تقویٰ کا سرچشمہ مانتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ معرفت روحانیت کے اعلیٰ مقام اور عظیم نفس و تقویہ قلب کی اعلیٰ منازل اور ارفع مراتب پر فائز ہونے کے باوجود آپ کی حیاتِ پاک سر تا پا عملِ حق۔ کاشانۂ اطہر ہو یا مسجد نبوی بیت المحرم ہو یا بیت المقدس۔ عرش عظیم ہو یا صحرا میں ریت کے ذرات میدان جنگ ہو یا صلح کی حالت آپ ہمہ وقت سعی و عمل میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کی سیرتِ طیبہ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ آپ صرف حکم دینے پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس کا عملی نمونہ پیش فرماتے تھے۔

لَا يَكُنُ الشَّاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ محقر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
 اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْبٌ مَّجِيْدٌ
 اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى
 اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْبٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
 سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا
 مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ



امیر المؤمنین خلیفہ اول

حضرت ابو بکر صدیقؓ

اسم گرامی قدر عبد اللہ۔ کنیت ابو بکر، لقب صدیق اور عتیق ہے۔ والد ماجد کا
 نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ والدہ ماجدہ سلمیٰ تھی جس کی کنیت ام الخیر تھی۔
 آپ قریش کی ایک شاخ بنو قسیم سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ کی ولادت با سعادت عام الفیل کے اڑھائی برس بعد ہوئی۔ رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین سال چھوٹے تھے۔ اوائل عمر سے ہی سلیم الفطرت
 تھے۔ حبان موکر تجارت کا پیشہ اپنایا۔ بچپن سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے عزیز دوست تھے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت
 فرمایا تو سب سے پہلے آپ نے ہی اسے قبول فرمایا اور ساری عمر اس کے ذور غاۃ
 تقویت کے لیے کوشاں رہے۔ ہجرت سے قبل مکہ معظمہ میں آپ نے کفار مکہ کے
 ہر قسم کے جبر و ستم سہے مگر آپ کے ایمان میں ذرہ برابر بھی فرق نہ پڑا۔ جب
 مسلمان دہرا رقم میں پوشیدہ نماز ادا کیا کرتے تھے تو آپ بھی ان کے ساتھ تھے
 اس پر آشوب دور میں آپ نے حضرت بلالؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت عمارؓ
 بن اسلمؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت ابو تکفہؓ، حضرت لبنیہؓ، حضرت زبیرہؓ
 حضرت نہدیہؓ، حضرت ام عیسٰؓ وغیرہ غلاموں اور کنیزوں کو خرید کر آزاد فرمایا۔

ہجرت کے وقت آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معتمد رفیق رہے اور آپ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کا سفر فرمایا جب مدینہ میں موافقت کا رشتہ قائم ہوا تو آپ حضرت خادرجن زید انصاری کے بھائی بنے۔ مدینہ منورہ کی سب سے پہلی مسجد (مسجد نبوی) کی اراضی خریدنے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی۔ قیام مدینہ منورہ ان غزوات میں شرکت کی۔ غزوہ بدر۔ غزوہ احد۔ غزوہ خندق۔ غزوہ بنی مصطلق۔ غزوہ خیبر۔ فتح مکہ۔ غزوہ حنین۔ غزوہ موتہ۔ غزوہ ذات السلاسل۔ غزوہ تبوک وغیرہ۔ غزویہ ہر مشکل مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حجتہ الوداع کے وقت آپ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب تھے جب اللہ مطابقی ۳۲ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ امیر المومنین اور خلیفہ اول منتخب ہوئے۔ دوران خلافت آپ نے نہایت کمال اور ہر دباری سے تمام مسائل کو سلجھایا۔ حبش اسامہ کی روانگی۔ فتنہ ارتداد کا کچلنا۔ سرکش اور باغی قبائل پر قابو پایا۔ منکرین زکوٰۃ سے نپٹنا۔ مسلمہ کذاب کا استیصال، آپ کے عظیم الشان کارنامے ہیں۔ آپ ہی کی تبلیغ سے حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ جو عشرہ مبشرہ میں تھے، ایمان لائے۔

آپ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے جزیرہ عرب سے نکل کر بحرین، عمان، یمن، حضر، موت، حیرہ، دومتہ الجندل، کندہ وغیرہ تک فتوحات کیں فیضیہ روم کو سفارت بھیجی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو غلیل بنانا تو ابوبکر کو بنانا۔ پھر فرمایا ہم نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے مگر ابوبکر کا احسان ایسا ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہی دے گا پھر فرمایا

مجھے ابوبکر مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ کا نظام حکومت مثالی تھا۔ پوری مملکت کو مختلف صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ان کے لیے علیحدہ علیحدہ حاکم مقرر کیے۔ ریاست کی آمدنی اور مصارف پر آپ کا مکمل کنٹرول تھا۔ بیت المال کا قیام۔ فوج کی تشکیل نو۔ قرآن پاک کا کیا کرنا۔ تعزیرات اور حدود قائم کرنا۔ آپ کے بے شمار کارنامے ہیں آپ کو ان باتوں پر اولیات حاصل ہے۔

۱۔ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔

۲۔ قرآن پاک کو سب سے پہلے آپ نے جمع کرایا۔

۳۔ قرآن پاک کا سب سے پہلے آپ نے نام مصحف رکھا۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنی حیات میں امام مقرر فرمایا اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

۵۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امیر حجاج مقرر فرمایا۔

۶۔ آپ پہلے امیر المومنین ہیں۔

۷۔ اسلام میں سب سے پہلے مسجد آپ ہی کے تعاون سے تعمیر ہوئی۔

۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے آپ کو دوزخ سے نجات کی خوشخبری سنائی۔

۹۔ ہجرت کنیزوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ ہی تھے۔

۱۰۔ آپ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

۱۱۔ قرآن مجید میں آپ کے فضائل پر آیات ہیں

۱۲۔ آپ افضل الانبیاء میں۔

آپ نے چار نکاح کیے ۱۔ قتیلہ بنت عبد العزیٰ ۲۔ اُمّ رومان ۳۔ حضرت اسماء بنت عمیس اور ۴۔ حضرت حبیبہ بنت خارجہ۔ اولاد میں حضرت اُمّ رومان کے بطن سے حضرت عبدالرحمنؓ۔ حضرت اسماء کے بطن سے حضرت محمد بن ابوبکرؓ تولد ہوئے۔ حضرت عائشہؓ حضرت عبدالرحمنؓ کی حقیقی ہمیشہ بھتیجی۔ جواز دواج رسالت میں ایک نہایت اونچا مقام رکھتی تھیں۔

آپ کا وصال ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳؎ مطابق ۶۳۳ء ۶۳ سال مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے غسل دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن ابوبکرؓ نے قبر میں اتر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقہ منور کے پہلو میں لٹا دیا کہ آپ کا سر اقدس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شانہ مبارک تک آتا ہے۔ ترجمان حقیقت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اے امن الناس بر مولائے ما اے کلیم اول سینائے ما
مہمت او کشت ملت راجچاہر ثانی اسلام وغار و بدر و قبر
حضرت سلیمانؑ فارسی نے آپ سے ہی اخذ فیض کیا اور اس سے آگے
سلسلہ چلا۔



حضرت سلیمانؑ فارسی

آپ کا نسب اصفہان کے خاندان آب الملک سے ملتا ہے آپ کے والد اشل پرست تھے۔ پہلے آپ دین موسیٰ سے بیزار ہو کر دین موسیٰ میں داخل ہوئے پھر اس کو چھوڑ کر نصاریٰ مذہب اختیار کر لیا اور روم و شام میں رہبان نصاریٰ کی خدمت میں رہے اور اس راہ میں سخت تکالیف برداشت کیں۔ تقریباً دس مرتبہ لوہے کی لوہیت فروخت ہوئے۔ آپ کا مجوسی نام مایہ تھا مدینہ میں ایک شخص نے غلامی کا بہتان لگا کر گرفتار کر لیا اور بنی قریظہ کے ایک یہودی نے خرید لیا اور پھر یہودی میں یہودی کی غلامی سے بھی نجات ملی۔

اسلام میں داخل ہونے کا واقعہ اس طرح ہے آخر رامبب جس کے پاس آپ تھے مرنے لگا تو اس نے آپ کو بشارت دی کہ مدینہ میں پیغمبر آخر الزماں کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے تو ان کا دین اختیار کرنا۔ چنانچہ رامبب مذکور کے مرنے کے بعد آپ نے مدینہ کی راہ لی۔ ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا آپ کا نام سلیمان رکھا گیا۔ غزوہ خندق میں آپ ہی کے مشورہ سے مدینہ منورہ کی گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے مال میں برکت دی اور آپ نے وہاں کھجوروں کا ایک باغ لگایا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

دست مبارک سے کھجوروں کا ایک پودا موجود ہے جو پھل دے رہا ہے۔

آپ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے شرف بیعت تھا آپ اصحابِ صفہ میں شامل تھے دن رات کا بیشتر حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور خدمت میں ہی بسر ہوتا تھا۔ جس سے آپ نے علومِ دینی و معارف کا قرینہ حاصل کیا اور آپ کے خصوصی مقرب بنے۔ آپ کی شان میں ایک حدیث بھی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”سیمان رضی اللہ عنہ ہمارے اہل بیت سے ہے“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ سلیمانؑ علم و حکمت میں لقمان حکیم کا ہم پیر ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ مدائن کے گورنر تعینات کیے گئے۔

مصنف ”طبقات الصوفیہ“ علامہ عبد الوہاب شعرائی لکھتے ہیں کہ جب آپ کا وظیفہ آتا تھا تو اس کو کھڑے کھڑے خیرات کر دیتے تھے اور خود مزدوری کر کے کھاتے تھے۔ گورنری کے دوران آپ کو پانچ ہزار درہم سالانہ ملتے تھے پہلے کوئی مکان نہ تھا جب مکان بنایا تو اس کی یہ حالت تھی کہ کھڑے ہوں تو سر چھت کو جا لگتا تھا۔ بعض لوگ مزدور سمجھ کر سامان بھی اٹھوا لیتے اور معلوم ہونے پر معذرت کہتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سابعین چار ہیں۔

میں سابق عرب ہوں

صہیبؓ سابق روم

سلیمانؓ سابق فارس

اور بلالؓ سابق حبشہ

آپ فرماتے ہیں:۔ تعجب ہے طالب دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے اور تعجب ہے اس غافل پر جس کو فراموش نہیں کیا گیا اور تعجب ہے اس ہنسنے والے پر جو یہ نہیں جانتا کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناخوش۔

آپ کی وفات ۱۰ رجب ۳۵ؓ مطابق ۲۵ؓ مدائن میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دیئے لکھا ہے کہ آپ کی عمر اڑھائی سو سال کی تھی۔ بوقت وفات یہ آواز آرہی تھی۔ السلام علیک یا ولی اللہ۔ السلام علیک یا صاحب رسول اللہ ان کی وجہ فرماتی ہیں۔ کہ آواز دینے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا۔



حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم

امیر المؤمنین خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد کے فرزند ارجمند تھے۔ نام قاسم اور کنیت حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر اور حضرت امام زین العابدین آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ کمسنی میں ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے آپ کی پرورش و تربیت آپ کی چھوٹی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کی۔

باطنی علوم کی تکمیل آپ نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کی۔ آپ زبردست فقیہ تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے کہ اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کرتا۔ اور ان کو خلیفہ بناتا۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے علم حدیث پڑھا۔ اور اس طرح آپ ایک نامور محدث تسلیم کیے جانے لگے۔ آپ کی والدہ شاہ فارس یزدجو کی لڑکی تھی جو حضرت محمد بن صدیق اکبر کے نکاح میں آئی۔

آپ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے تھے بکثرت صحابہ کرام سے آپ نے روایت کی جلیل القدر تابعین میں سے تھے۔ زیاد کی روایت ہے کہ آپ ایک منجبر عالم تھے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے ائمہ حدیث تھے جن میں عبدالرحمن بن قاسم۔

امام شعبیؒ۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر۔ یحییٰ بن سعد انصاری۔ امام زہریؒ۔ عبد اللہ بن عمر۔ مالک بن دینار۔ فافع مولیٰ ابن عمر۔ سعید بن ابی ملک الیوب۔ ابن عون۔ وغیرہ نہایت ممتاز و محترم شخصیات تھیں۔ یحییٰ بن معاذ کا کہنا ہے کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کو حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دے سکیں حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے۔ اگر امیر خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کے سپرد کرتا۔

مسجد نبوی میں آپ کا خاص حلقہ درس تھا۔ یہ جگہ روضہ نبویؐ اور منبر نبویؐ کے درمیان تھی۔ جس پر بعد ازاں حضرت امام مالکؒ کی مسند درس کبھی تھی۔ آپ امام زمانہ اور کیتائے عصر تھے۔

آپ کی وفات ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰ھ مطابق ۷۴۷ء میں ہوئی۔ عمر پاک ۷۰ سال ہوئی۔ وفات مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام قدید میں ہوئی۔ اور شہل میں دفن ہوئے جو قدید سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔



حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

اسم گرامی جعفر۔ کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق ہے آپ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی والدہ مکرمہ حضرت ام قزوہ رضی اللہ عنہا حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم خلیفہ اول کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸ رمضان المبارک ۶۰ھ مطابق ۶۹۹ء مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی نانی حضرت اسماء بنت عبد الرحمن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔

باطنی علوم کی تحصیل و تکمیل آپ نے اپنے نانا حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سے کی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درہمی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ تبع تابعین میں سے تھے۔ علم حدیث آپ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت قاسم بن محمد۔ امام زہری۔ امام نافع۔ محمد بن منکدر۔ عبید اللہ بن ابی رافع۔ عطاء غزوہ وغیرہ سے پڑھا اور تکمیل کی۔

آپ اہل بیت کے چھٹے امام ہیں اور آپ کی امامت و سیادت متفق علیہ ہے۔ تعظیم رسول میں بڑا بلند مقام تھا۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا تو رنگ ندرد ہو جاتا آپ نے حدیث بھی بے وضو نہ فرمائی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام کا نسب صوری اور معنوی حضرت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ عمرو بن ابی اعقدام کا قول ہے کہ میں جس وقت امام جعفر صادقؒ کو دیکھتا ہوں معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندان نبوت سے ہیں۔ اہل بیت کرام میں آپ بے نظیر و بے عدیل تھے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل بیت میں سے آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ آپ حفاظ حدیث میں سے تھے۔ حضرت سید علی بن عثمان جویری المعروف بالغنی بخش لاسودی لکھتے ہیں کہ آپ ارباب مشاہدہ کبریاں، اولاد نبی کے امام اور سرگزیدہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سناوت آپ پر ختم بھی فرمایا کرتے تھے کہ علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ ہادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں۔ سناوت کا یہ عالم تھا کہ اوروں کو اتنا کھانے کے لئے اہل و میال کے لئے کچھ باقی نہ رہتا۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سفیان ثوری۔ حضرت ابن جریر۔ حضرت سفیان بن عیینہ۔ حضرت ابو عاصم، حضرت شعبہ وغیرہ آئمہ کرام تھے اور انھوں نے آپ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں حضرت امام محمد مالکؒ ایک حدیث تک آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ کشف و کرامات بے شمار ہیں۔

آپ کا قیام سرزمین عراق میں کافی عرصہ رہا۔ حضرت داؤد ظانی کئی مرتبہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قبضیاب ہوئے۔ خلیفہ منصور عباسی آپ کی عظمت کا بے حد معترف تھا۔

آپ کا وصال ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ مطابق ۶۵۰ء ۶۶ سال مدینہ منورہ میں ہوا۔ اور جنت البقیع میں قبۃ اہل بیت کرام میں مدفون ہوئے اس قبۃ میں حضرت امام جعفر صادقؒ حضرت امام زین العابدینؒ اور حضرت امام حسنؒ آرام فرما ہیں۔



سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ

آپ کا اسم گرامی طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن شروسان تھا۔ کنیت ابویزید اور لقب سلطان العارفین تھا آپ کے دادا پہلے آتش پرست تھے پھر اسلام لے آئے۔ ولادت ۱۲۷ھ مطابق ۷۴۳ء میں ہوئی آپ نے اپنی والدہ کی بہت خدمت کی تھی جس کی وجہ سے آپ کو بلند مراتب ملے۔

آپ کو حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے اسی نسبت تھی۔ شیخ فرید الدین عطار لکھتے ہیں کہ آپ نے ایک سو تیرہ مشائخ سے استفادہ کیا تھا حبیب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے یہ سفر بارہ سال میں اس طرح طے کیا کہ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا فرماتے رہے۔ حضرت شفیقؒ یعنی اور حضرت ابو حفصؒ سحلی سے آپ کی ملاقاتیں تھیں۔ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر بھی آپ کی ملاقات کو آئے تھے۔

ریاضات و مجاہدات میں آپ بے نظیر و بے عدیل تھے حبیب بسطام سے باہر نیکے تو تیس سال تک جنگوں، ویرانوں اور بیابانوں میں مجاہدات میں مصروف عمل رہے حضرت داتا گنج بخشؒ صاحب "کشف المحجوب" لکھتے ہیں کہ آپ بسطام کی آبادی میں فردا فرید تھے۔ حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ "راو توحید کے سانکوں کی انتہاء بایزید کی ابتداء کے برابر ہے" پھر فرمایا "بایزید جاری جماعت میں ایسے ہیں، جیسے جبریل علیہ السلام فرشتوں میں۔"

حبیبؒ سے والہی آئے تو پھر اگلے سال مدینہ منورہ کی حقیقت سے احرام باندھ کر دارالحدیث اہل اہل علیہ وسلم میں حاضری دی۔ گویا آپ کے کمال ادب نے گوارا دیا کہ ان کی خدمت میں حضورؐ کو حج کے تابع رکھا جائے اتباع سنت کا یہ عالم تھا کہ سنت کی کوئی آہستہ کی باوجود غور نہ کیا۔ زہد و ورع کے مالک اور ولایت کے ایک مدعی کو حبیبؒ کی طرف سے کلمہ دیا کہ اس سے ملے بغیر واپس آگئے۔

آپ کے دریا داری و فرمودات یہ تھیں۔ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عظمیٰ سے مولا بنا دیا۔ تاکہ ان کے ہاں وہ اپنے رب کی طرف راغب ہوں۔ اگر وہ ان کے سبب سے غافل ہو گئے۔

آپ کی ولادت ۱۲۷ھ اشہان العظم ۱۲۷ھ مطابق ۷۴۳ء کو ہجری ۴۴۴ء سال بسطام میں ہوئی۔ اور وہی مزار پر انوار بنا۔ اور بعض نے ۱۲۳۲ھ مطابق ۸۴۹ء تحریر کی ہے۔

آپ کے بعد کئی سال حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کی وساطت سے چلے۔



حضرت ابوالحسن خرقانی

اہم گرامی علی بن جعفر اور کنیت ابوالحسن ہے۔

آپ کو تصوف میں حضرت خواجہ بایزید گیلانی اور یسیت حاصل تھی۔ آپ عشاء کی نماز خرقان میں باجماعت ادا کرتے اور پھر حضرت بایزید گیلانی کے مزار اقدس پر حاضری دیتے۔ اور نماز صبح اس وضو سے خرقان واپس آکر ادا کرتے۔ واپسی میں یہ انتہام تھا کہ روضہ شریف کی طرف پیچھے نہ ہو۔ بارہ برس کے بعد حضرت بایزید گیلانی نے کامیابی کی خبر سنائی تو تمام علوم فاضلہ و باطنی آپ پر منکشف ہو گئے۔ آپ نے چالیس سال تک سر تکبیر پر نہیں رکھا۔ اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

لکھا ہے کہ آپ کے پاس ایک بارغ تھا ایک بار جو آپ نے اسے کھودا تو اس میں سے چاندی نکلی۔ دوسری بار کھودا تو سونا ملا قیسری بار میرے اور جو اہل بیت آپ نے کہا۔ کہ اے بار اہلنا۔ فقیر ابوالحسن کو ان چیزوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اپنے عشق کے سوا مجھے اور کوئی چیز عطا نہ فرما۔ ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول اور حضور و مشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے اپنی تالیف "تذکرۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ آپ سلطان المشائخ اور قطب الادب تھے۔ وفات کے اہل تھے صاحب کشف المحجوب حضرت سید علی بن عثمان بحریری المعروف بہ داتا گنج بخش لکھتے ہیں کہ آپ اجلہ مشائخ میں سے

حضرت شیخ ابوالعباس نقاب نے فرمایا تھا کہ ہمارے بعد ہمارا بازار خرقانی سنبھالیں گے۔

حضرت شیخ بوعلی سینا آپ کی زیارت کے لیے خرقان حاضر ہوئے تھے۔ اور حضرت شیخ ابو سعید بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ نقل ہے کہ آپ کے پیرو ہر شد حضرت بایزید گیلانی جب دہستان میں شہیدوں کے مزارات کی زیارت کے لیے جاتے تو راستے میں خرقان میں ٹھہرتے اور سانس اور کھینچ کر فرماتے۔ چوروں کے اس گاؤں میں ایک مرد کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہوگی اور مجھ سے تین درجے بڑھ کر ہوگا۔ جو اہل و عیال کے ساتھ رہے گا۔ کھیتی باڑی کریگا اور دولت لگائے گا۔ حضرت مولانا روم نے اس طرح کی پیش گوئی کی تھی اور مثنوی میں اس کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں نظم کیا ہے۔

سلطان محمود غزنوی کو آپ سے بے حد عقیدت و ارادت تھی۔ اور وہ آپ کی خدمت اقدس میں اکثر و بیشتر حاضر ہوا کرتا تھا۔ سلطان نے آپ کی ہی دعا و برکت سے سوانح کا معرکہ سر کیا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان پر سلطان محمود غزنوی کے حملے شروع ہو چکے تھے۔

فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ صدق یہ ہے کہ (انسان) دل سے بات کہے یعنی وہ بات کہے جو اس کے دل میں ہو۔

۲۔ جو کچھ تو خدا کے لیے کرتا یا خلاص ہے اور جو کچھ بندوں کے لیے کرتا ہے دیا ہے۔

۳۔ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، لیکن مرد وہ ہے کہ ساٹھ سال اس پر گزر جائیں مگر فرشتہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی چیز نہ لکھے

کہ جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہونا پڑے اور وہ حق کو ایک لمحہ فراموش نہ کرے۔

آپ کی وفات ۱۵ رمضان المبارک ۴۲۵ھ مطابق ۱۲۳۳ء خرقان میں ہوئی جو کہ بسطام کے مضافات میں ایک پہاڑی علاقے کے گاؤں کا نام ہے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر بہت گہری کھودنا۔ تاکہ یہ لاش میرے پرورش شدہ کے جسد مبارک سے پیچی رہے۔ عمر پاک ۴۲ سال ہوئی۔ قبر شریف ۲۰ گز گہری کھودی گئی تھی۔



حضرت خواجہ ابو علی فارسی

اسم گرامی فضل محمد بن علی کنیت ابو علی اور وطن فارم جو مضافات طوس کا ایک گاؤں ہے آپ کی ولادت ۴۲۲ھ مطابق ۱۰۳۲ء میں ہوئی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت و خلافت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی سے ہے۔ نیز حضرت ابوالقاسم گورگانی طوسی سے بھی بیعت تھی جن سے آپ کو شرف خلافت و امامدی بھی حاصل تھا۔

نوجوانی کے عالم میں مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کے لیے نیشاپور گئے۔ اور حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیضان پایا۔ ازاں بعد حضرت امام ابوالقاسم قشیری سے بھی فیوض و برکات حاصل کئے۔

مصنف رسالہ قشیریہ حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ مطابق ۱۰۷۳ء لکھتے ہیں کہ آپ وعظ میں متفرد انداز کے مالک تھے جو بات کہتے دلوں میں اتر جاتی۔ محابرات و ریاضات میں بے مثل تھے۔ حضرت مولانا عبد الرحمان جامی اور حضرت امام ابوالقاسم قشیری نے "نغات الانس" اور "رسالہ قشیریہ" میں آپ کی بہت تعریف کی ہے اپنے زمانہ میں مشائخ کے پیشوا اور قطبِ وقت تھے۔ خراسان عراق اور آذربائیجان کے ہزار ہا افراد نے آپ کی متابعت میں شریعت حق پر چلنے کی سعادت حاصل کی۔

صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے زہر و درخ اور تلخین و ارشاد میں بکثرت لکھتے تھے اپنے پر تاثر و معظی وجہ سے امرائے دربار بالخصوص نظام الملک کے مان بید مقبولیت تھی کہتے ہیں کہ جو کچھ ملتا تھا وہ صوفیائے کرام پر صرف کر دیتے تھے ۔
صوفیائے کرام اور غرباء کے مرجع اور لسان الوقت تھے ۔
صاحبزادگان میں ابو الحسن علی ۔ ابو الفضل محمد اور ابو بکر عبدالواحد تھے جو سب معتبر عالم تھے ۔

غلفائے کرام میں حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی اور حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی بہت مشہور ہیں ۔

آپ کی وفات ۱۱۳۸ مطابق ۵۲۷ھ طوس میں ہوئی ۔ اور وہیں مزار نور بنا عمر شریف ۔ ۱۰ سال بتائی جاتی ہے اس وقت ہندوستان کا بادشاہ ارسلان سلطان لودھی غزنوی تھا ۔ صاحب "سفینۃ الاولیاء" نے تاریخ وفات ۵۲۷ھ لکھی ہے ۔ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی سے آپ کا سلسلہ بڑھا ۔



حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی

آپ کا نام یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے ولادت ۴۲۷ھ مطابق ۱۰۳۵ء میں ہوئی والد ماجد کا نام ابو یوسف تھا ۔ اصل وطن ہمدان ہے ۔ تحصیل علم شیخ ابو اسحاق شیرازی سے کیا ۔ آپ نے شیخ عبداللہ جوینی اور شیخ حسن سمنانی سے بھی فیض پایا ۔ بیعت و خلافت آپ نے حضرت شیخ ابو علی فارسی سے حاصل کی ۔ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے خراسان ، عراق ، سمرقند ، بخارا ، بغداد اور اصفہان وغیرہ کے بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا اور مروجہ علوم کی تحصیل کے علاوہ علم حدیث کی بھی تکمیل کی ۔ حنفی المذہب تھے ۔

آپ کی مجلس میں شیوخ زمانہ حاضر ہا کرتے تھے ۔ حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری بھی آپ کی خدمت مقدس میں چھ ماہ رہے تھے ۔ جب آپ بغداد شریف گئے تو حضرت نوٹ الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کی محافل اور مجالس میں شرکت کی تھی اور وہ آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے ۔

اپنے زمانہ کے مجدد اور نوٹ تھے ۔ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ سجادہ نشینی پر متمکن رہے ۔ کافی مدت مرو میں بھی قیام پذیر رہے ۔ صاحب "نعمات الانس" آپ کو عارف دہانی لکھتا ہے ۔

فرمایا کرتے تھے کہ تم اللہ تعالیٰ سے صحبت رکھو اور اگر یہ میسر نہ آئے تو اس

شخص کے ساتھ محبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔
تصنیفات میں منازل السالکین۔ منازل السائرین اور زینت الحیاء بہت
مشہور ہیں۔

خلفائے کرام میں حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی۔ حضرت خواجہ حسن اندانی۔
حضرت خواجہ عبداللہ برقی اور حضرت خواجہ احمد لیسوی بہت ممتاز ہیں۔

آپ کی وفات ۲۰ رجب المرجب ۵۳۵ھ مطابق سنہ ۱۱۴۰ء بمصر ۹۵ سال مرد
میں ہوئی اور وہیں مزار پر انوار بنا۔ ان دنوں ہندوستان پر بہرام شاہ بمین الدولہ
غزنوی حکمران تھا۔

سلسلہ نقشبندیہ آپ کے بعد حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی سے بڑھا۔



حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی

اسم گرامی عبدالخالق اور لقب خواجہ جہاں تھا۔ والد ماجد امام عبدالجلیل حضرت
امام مالک صاحب موطا کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ ولادت عجدوان جو مضافات بخارا
میں ایک بڑا شہر ہے، ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ تفسیر
آپ نے مولانا صدر الدین سے پڑھی۔ آپ کا مولانا مسکن عجدوان بخارا سے چھ فرسنگ کے
فاصلے پر ہے۔ آپ کے والد حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت و خلافت حضرت خواجہ ابویوسف عجدوانی سے تھی
جب حضرت عجدوانی بخارا انشرف فرما ہوئے تو ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر خلافت
حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس سال کی تھی۔

آپ نے دنیا سے اسلام کی کافی سیر و سیاحت کی۔ جب شام گئے تو وہاں ایک
نہایت عالی شان خانقاہ تعمیر کرائی۔ لیکن مقیم عجدوان میں ہی رہے آپ سے بے شمار
خوارق و کرامات ظہور پذیر ہوئی۔ حج کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔ آٹھ کلمات جو
خواجگان نقشبندیہ کے طریق عمل کو ظاہر کرتے ہیں انہی سے رائج ہوئے ہیں۔

۱۔ ہوش دردم ۲۔ نظر بر قدم ۳۔ سفر در وطن ۴۔ خلوت در انجمن

۵۔ یاد کرد ۶۔ بازگشت ۷۔ نگہداشت ۸۔ یادداشت

آپ کے خلفاء میں حضرت خواجہ محمد عارف رومی گری۔ حضرت خواجہ اولیاء کبیر۔

حضرت خواجہ احمد صدیق اور حضرت خواجہ سلیمان کریمینی بہت مشہور تھے۔ آپ نے ایک وصیت نامہ اپنے خلیفہ و فرزند معنوی حضرت خواجہ ادلیا کے کبیر کے لیے لکھا تھا آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔

آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاول ۷۵۵ھ مطابق ۱۱۹۹ء عہدِ غجدان میں ہوا اور مزار منور دہاں ہی بنا اس وقت پنجاب پر غزنوی خاندان کا آخری تاجدار خسرو ملک تاج الدولہ تھا جس کا پایہ تخت اور رٹائش لاہور تھی۔

آپ سے سلسلہ نقشبندیہ آپ کے مرید خواجہ محمد عارف ریوگری سے آگے بڑھا



حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری

آپ کی ولادت فقیر ریوگریں ہوئی۔ جو بخارا سے اٹھارہ میل دور ہے یہ گاؤں غجدان سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت و خلافت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی سے حاصل تھی۔ ساری عمر ان کی ہی خدمت اقدس میں رہے ان کی وفات کے بعد آپ مسند شاد پر بیٹھ کر ہدایتِ شریعت میں مصروف رہے۔

تصنیفات میں ایک رسالہ ”عارف نامہ“ ہے جو تصوف کے مضامین پر مشتمل ہے سرزمینِ برات کے ایک بزرگ قاضی شیخ شمس الدین نے بھی آپ سے ملاقات کی تھی اور فرمائی ”برکاتِ حاصل“ کی کہتے۔ اس رسالے کا قلمی نسخہ موسیٰ زئی خانقار ڈیرہ اسماعیل خان کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

مغل کے کرام میں حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی نے بہت شہرت حاصل کی۔ آپ کی وفات یکم شوال ۸۴۵ھ مطابق ۱۴۴۲ء ریوگریں ہوئی اور وہیں مزار پر انوار بنا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں ہندوستان میں سلطان شمس الدین التمش حکمران تھا۔ آپ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی سے چلا۔



حضرت خواجہ محمود انجیر فغنی

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنی قصبہ انجیر فغنی میں پیدا ہوئے جو بخارا سے نومیل کے فاصلے پر واقع ہے یہ گاؤں بخارا کے قصبہ اکٹہ کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جب ہوش سنبھلا تو قصبہ اکٹہ میں اقامت گزیں ہو کر گلکاری کا پیشہ اختیار کیا۔

سلسلہ مالیتقشہندیہ میں آپ کی بیعت و خلافت حضرت خواجہ محمد عارف دیوگری قدس سرہ العزیز سے تھی۔ ان کے وصال کے بعد آپ اس گدی کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور طالبان حق کی دستگیری کرنے لگے۔ حضرت علامہ علی بن حسین دامعظہ کاشفی نے اپنی تالیف ”رشتات“ میں آپ کی بہت تعریف کی ہے۔

آپ کا وصال ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں انجیر فغنی میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے ”سفینۃ الاولیاء“ میں آپ کی تاریخ وفات ۱۲۱۵ھ درج ہے۔ آپ کے وصال کے بعد سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ عزیزان گلی رامینی سے آگے بڑھا۔



حضرت خواجہ عزیزان علی رامینی

نام علی اور لقب عزیزان تھا چونکہ آپ اپنے نفس کو عزیزان کہا کرتے تھے۔ اس لیے عزیزان کے لقب سے معروف ہوئے۔ پیدائش قصبہ رامین کی ہے جو بخارا سے درفہ سنگ کے فاصلے پر ہے۔ ازاں بعد باور و اور پھر خوارزم میں بھی اقامت گزیں رہے۔

آپ نے بیعت و خلافت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنی سے حاصل کی۔ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت حاصل تھی۔ بعض فرماتے ہیں کہ مولانا جلال الدین رومی کے اس شعر میں آپ ہی طرف اشارہ ہے۔

گر نہ علم حال فوق تال بوئے کے شد بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را ترجمہ: یعنی علم حال اگر قتال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا خواجہ نساج (باقندہ) کے کب غلام بنتے۔

مولانا جامی نعمات الانس میں لکھتے ہیں کہ رزق حلال کے حصول کے لیے آپ نے کپڑا بنانے کا پیشہ اپنایا ہوا تھا۔ صاحب کمالات و مقامات بزرگ تھے۔ کشف و کرامات بے شمار ہیں۔ صاحب ریاضات و مجاہدات بزرگ تھے۔ آپ کی درگاہ میں ہر روز صبح مزدور آتے تو ان میں سے ایک دو مزدور اپنے مکان میں لے جاتے، اور فرماتے کہ پورا دنو کرو اور نماز دیکر تک با وضو ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو۔ بعد ازاں

اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔ مزدور بہت خوشی سے ایسا کرتے اور نماز دیگر تک آپ کی صحبت میں رہتے۔ اس طرح جو مزدور ایک دفعہ آپ کی خدمت میں گزارنا وہ پھر واپس جانے کا ارادہ نہ کرتا۔ اس طرح آپ کے گرد طالبوں کا ایک بڑا مجمع ہو گیا۔ رسالہ "عزیزان" آپ کی تصنیف ہے جس میں ظاہری و باطنی طہارت، فطرت و عزلت، ذکر الہی اور توکل کا بیان ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت شیخ عبدالخالقؒ عبدوانی کے فرزندوں میں سے کوئی ایک بھی اس زمانہ میں ہوتا تو حسین بن مسعودؒ کو تختہ دار پر نہ چڑھایا جاتا۔ یہ مشہور رباعی آپ کی ہے۔

ہاں کر نشستی و نشد جمع دلت وز تو ز امید زحمت آب و گلست
از صحبت دے اگر تیرا نہ کنی ہرگز نکند روح عزیزاں بجلست
(رثیات)

آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ خورشید - حضرت بابا سہاسی - حضرت خواجہ محمد یاروری خوارزمی - حضرت خواجہ محمد صالح بلخی - حضرت خواجہ محمد گاہ دوز خوارزمی بہت مشہور ہیں۔ صاحبزادگان میں خواجہ محمد اور خواجہ ابراہیم تھے آپ کے بعد خواجہ ابراہیم سجادہ نشین ہے۔

آپ کی وفات ۲۸ ذی قعدہ ۸۱۵ھ مطابق ۱۳۱۸ھ خوارزم ہوئی اور وہیں مزار پر انوار بنا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی۔ شہزادہ وارا شکوہ قادری نے آپ کی تاریخ وفات ۸۱۵ھ تحریر کی ہے۔
آپ کی وفات کے بعد سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ محمد بابا سہاسی سے چلا۔



حضرت خواجہ محمد بابا سہاسی

اسم گرامی محمد - لقب بابا سہاسی اور وطن سہاس ہے جو رامپن سے ایک کوس اور بخارا سے نو میں کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ سہاس میں آپ کا ایک باغ تھا جب کبھی آپ تاک کی ایک شاخ کاٹا کرتے تھے تو آپ پر بے خودی طاری ہو جاتی تھی اور وہ اندازہ سے زیادہ کٹ جاتی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ فقیر مضافات مشہد میں سے ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ نے بیعت و خلافت حضرت خواجہ عزیزان علی رامپنی سے حاصل کی۔

آپ بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ جذبات اور واردات الہیہ کے فہم سے اکثر وارفتگی طاری رہتی تھی۔ حضرت سید بہاؤ الدین نقشبندی کو آپ نے اپنی فرزندگی میں قبول کیا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ جب کبھی آپ کو شک ہندواں سے گذرتے تو فرماتے "اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ جلدی ایسا ہوگا کہ کو شک ہندواں فقر عارفان بن جائیگا۔ ایک روز آپ اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال کے مکان سے فقر عارفان کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا کہ وہ خوشبو اب زیادہ ہو گئی ہے اور انھیں ایام میں حضرت سید بہاؤ الدین نقشبندی کی ولادت ہوئی جس کو آپ نے اپنی فرزندگی میں قبول کیا۔

آپ کے خلفائے کرام میں حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلالؒ، حضرت خواجہ صوفی سوخاری اور حضرت مولانا علی دانش مندؒ تھے۔ فرزند حضرت خواجہ محمود ساسیؒ تھا جس کو خلافت بھی حاصل تھی۔

آپ کی وفات ۱۰ جمادی الثانی ۵۵۵ھ مطابق ۱۳۵۴ء مریض سہاس میں ہوئی۔ جہاں آپ کا مزار پُرانوار مرجع خلافت ہے۔ ان ایام میں ہندوستان میں سلطان فیروز شاہ تغلق حکمران تھا۔

سلسلہ نقشبندیہ کا سلسلہ آپ سے حضرت امیر کلالؒ کو تفویض ہوا۔



حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال

آپ کا نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ولادت فقیر سوخاری میں ہوئی جو بنارس سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ کا ششکری بھی کیا کرتے تھے لیکن کوزہ گری میں بھی کمال حاصل تھا۔ بنارس میں کوزہ گر کو کلال کہا جاتا ہے اسی لیے امیر کلال کے لقب سے مشہور زمانہ ہوئے۔ ادائیل عمر کشتی کا شوق تھا۔ ایک دن آپ کشتی میں مصروف تھے کہ اُدھر سے حضرت خواجہ محمد بابا ساسیؒ کا گزر ہوا۔ وہ وہاں ٹھہر گئے اور کشتیاں دیکھنے لگے۔ کشتی سے فراغت کے بعد جب حضرت امیر کلالؒ کی نظر حضرت بابا ساسیؒ کے روئے اقدس پر پڑی۔ تو ان کی توجہ نے حضرت امیر کو اپنا بے دام غلام بنالیا اور اس وقت آپ کے ہمراہ چل دیئے۔ حضرت بابا صاحب نے اپنے گھر پہنچ کر امیر کلالؒ کو طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی۔ نیز اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا۔ آپ تیس سال تک اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہے۔ فیوض و برکات حاصل کئے۔ نیز شرف بیعت و خلافت حاصل کیا۔ جب امیر تیمور ہمدرد میں مقیم ہوا تو اس نے قاصد کے ذریعے آپ کو بلایا، اور درخواست کی کہ اپنے قدم سہیت لہزم سے اس سرزمین کو مشرف کریں۔ آپ خود تو نہ گئے مگر اپنے صاحبزادے امیر عمر کو بھیج دیا۔ اور اس سے کہا کہ بادشاہ سے جاگیر لینا چاہیے۔ وہاں گیا تو امیر تیمور نے اس کو بخارا کی جاگیر عطا کرنی چاہی۔ مگر اس نے قبول نہ کی۔

امیر حمزہ، امیر شاہ، امیر عمر، امیر برہان الدین آپ کے فرزندان تھے سب سے بڑے صاحبزادے امیر برہان الدین تھے۔ جن کو آپ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ کی نقشبندی کی صحبت میں دے دیا۔

لکھا ہے کہ آپ کے ایک سو چودہ غلفاء اور بے شمار مرید تھے۔ آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے اصحاب و احباب کو حضرت خواجہ بزرگ کی اتباع اور حصول فیض کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۱ جمادی الثانی ۷۷۷ھ مطابق ۱۳۷۷ء بروز پنجشنبہ نماز فجر کے وقت اپنے مقبرہ سوخار میں ہوئی اور وہیں مزار اقدس بنا۔ ان ایام میں ہندوستان کا بادشاہ فیروز شاہ تغلق تھا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ آپ سے حضرت سید بہاؤ الدینؒ نقشبندی بخاری کو منتقل ہوا۔



خواجہ خواجگان حضرت سید بہاؤ الدینؒ نقشبندی

اسم پاک محمد بن محمد بخاری۔ کنیت بہاؤ الدین اور لقب نقشبند ہے، سادات عظام میں حضرت امام حسن مسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد و امجاد سے تھے۔ ولادت باسعادت ۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ مطابق ۱۳۱۸ء قمریہ ہندوستان میں جو بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ہے ہوئی۔ جب آپ کا درود و سجدہ یہاں ہوا تو اس کو قصر عارفان کہا جانے لگا۔ آپ مادر ولد ولی اللہ تھے۔ آپ نے امیر تیمور کا زمانہ پایا ہے۔

حضرت خواجہ محمد بابا سہاسی نے بچپن سے ہی آپ کو اپنی فرزندگی میں لے لیا تھا اور تعلیم و تربیت کے لیے آپ کو حضرت سید امیر کلال کے سپرد کر دیا تھا جنہوں نے آپ کو حضرت خواجہ عزیز علی رامینی کی کلاہ مبارک عنایت فرمائی تھی اور رجعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کو حضرت خواجہ عبدالخالق عجمدانی کی اولیت بھی حاصل ہے۔

کنو اب بانی کا پیشہ اپنانے کے باعث آپ نقشبند کہلائے اور اسی نام سے یہ سلسلہ چلا۔ خواجگان نقشبند کے سلسلہ میں حضرت خواجہ محمود انجیر فتویٰ کے وقت سے حضرت سید امیر کلال کے زمانے تک ذکر خفیہ کو ذکر علانیہ کے ساتھ جمع کرتے تھے مگر آپ ذکر خفیہ کیا کرتے تھے۔ اور ذکر علانیہ سے پرہیز کیا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت خضر علیؒ کی صحبت بھی حاصل تھی۔

آپ حنفی المذہب تھے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے

عربین الشریعین کی زیارت مقدسہ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ نہایت مستغنی المزاج اور زہد ورع کے مالک تھے۔ تخریر و تقریر میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ نلدو نیاز کی طرف کم توجہ کرتے تھے۔ اور اگر کوئی ہدیہ پیش کرتا تو دوسری ہی کوئی چیز اور آپ ہدیہ اس کو پیش کرتے۔ اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء آپ کی صحبت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ بخارا کے مولانا حسام الدین اصبہلی۔ مولانا حسام الدین شاشی اور سہرت سے مولانا زین الدین سہراتی اکثر آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ نہایت مستجاب الدعوات اور پیر روشن ضمیر تھے۔ لاتعداد کشف و کرامات آپ سے ظہور پذیر ہوئی۔ قبل ازیں اس طریقہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے صدیقیہ۔ پھر حضرت بایزید بسطامی کی وجہ سے طیفوریہ۔ اور پھر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی کی وجہ سے خواجگانہ کہا جاتا تھا۔ کئی بار حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

آپ کا گزراہ زراعت پر تھا۔ ہر سال کچھ جو اور ماش آتے۔ بیچ زمین اور سیلوں سے کام لیتے ہیں۔ بڑی احتیاط کرتے۔ علماء اور درویش جو حاضر خدمت ہوتے ان کو طعام بطور تبرک کھلاتے۔ آپ کے پاس کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی۔ ایک دفعہ ملک حسین والی سہرات نے علماء و مشائخ کو دعوت دی۔ آپ بھی اس میں شریک تھے۔ مگر جب کھانا لایا گیا تو آپ نے نہ کھایا اور فرمایا کہ سہرات میں اکثر لوگ اس وقت بھوکے ہیں۔ ان کو کھانا کھلایا جائے اس وقت آپ حضرت شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں فروکش تھے۔ امیر مذکور نے مخالف بھیجے مگر آپ نے وہ بھی قبول نہ فرمائے۔

فرمایا کرتے تھے ۱۔ جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی ۲۔ دو پیش کیا ہے۔ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ۔

آپ کے خلفائے عظام میں حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ حضرت خواجہ محمد پارما

حضرت خواجہ علاؤ الدین غجدانیؒ حضرت مولانا یعقوب چرخؒ مولانا سیف الدین مناری۔ شیخ سراج الدین دیرستیؒ حضرت میر سید شریف جرجانیؒ حضرت خواجہ شاہ مسافر خوارزمیؒ مایہ ناز بزرگان دین تھے۔

آپ کی اولاد میں سے صرف ایک صاحبزادی تھی جس کا نکاح حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ سے ہوا تھا۔

آپ کا وصال ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۸۸ھ بروز دوشنبہ ۷ معبر ۷۳۲ سال ہوا۔ سال وفات "قصر عارفان" کے امداد سے نکلا۔ آنجناب نے وصال سے قبل وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے یہ رباعی پڑھی جائے۔

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو

شیئا باللہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما

آفرین بردست دیر بازوئے تو

آپ کے خلیفہ اعظم حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ کے ارشاد کے مطابق آپ کے ملفوظات صالح بن مبارک بخاری نے "عمدة السالکین" کے نام سے لکھے۔ اس وقت ہندوستان پر سلطان فیروز شاہ تغلق حکمران تھا۔ آپ کے بعد یہ سلسلہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ کے سپرد ہوا۔



حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار

اسم گرامی محمد بن محمد بناری عطار۔ سرزمین غوارزم کے رہنے والے تھے جب آپ کے والد وفات پا گئے تو آپ نے ان کے ترکہ میں سے کوئی چیز قبول نہ کی۔ اور دینی علوم کے حصول کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور بخارا پہنچے وہاں کے ایک مدرسہ میں تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خواجہ خواجگان سید بہاؤ الدین نقشبندی نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اور طالب علمی ہی کی حالت میں اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ نے بیعت و خلافت حضرت بہاؤ الدین نقشبندی سے کی۔ آپ کے پیر و مرشد کی آپ پر خصوصی توجہ تھی۔ مجالس میں ان کو اپنے قریب بٹھاتے اور بار بار آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔ لوگوں کے استفسار پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں ان کو اپنے پاس اس لیے بٹھاتا ہوں کہ اس کو بھیڑنا نہ کھاجائے۔ ان کے نفس کا بھیڑ یا گھات میں ہے۔ اس لیے میں ہر لحاظ سے ان کا حال دریافت کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ کی توجہات عالیہ نے آپ کو مقامات بلند عطا کر دیا۔ نیز انھوں نے اپنی حیات میں۔ ہی بہت سے طالبوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ علاؤ الدین نے ہمارا بوجھ ملکا کر دیا ہے۔ قدوة المحققین سید شریف جوجانی جو آپ کے اصحاب میں سے تھے فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین کی

صحبت میں نہ پہنچا۔ رخصتی سے رٹائی نہ پائی اور جب تک حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار کی صحبت سے سرخرا نہ ہوا۔ میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار سے طریقہ خاص جاری ہوا۔ ان کے طریقہ کو علامیہ کہا جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں اس کا ذکر دفتر اول۔ مکتوب نمبر ۲۹ میں بالتفصیل کیا ہے۔

آپ سے بے شمار کرامات و عوارق ظہور پذیر ہوئے۔ آپ کو بارگاہ و رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی حاضری کی سعادت حاصل تھی۔ حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ عطار کو ان کی قبر سے ہر طرف چالیس فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ عطا ہوا ہے فرمایا کرتے تھے کہ صحبت سنت مؤکدہ ہے ہر روز پاس دو سرے روز اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے اور ان کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے (۱) حضرت خواجہ حسن عطار اور (۲) حضرت خواجہ حسین عطار۔ حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشان نقشبندی لاہوری حضرت خواجہ حسین عطار کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ جن کا مالی شان مقبرہ بیگم پورہ لاہور میں واقع ہے۔

آپ کی وفات ۸۲۰ھ جب المرجب ۸۸۵ھ مطابق ۱۳۹۹ء بروز چہار شنبہ بوقت عشاء ہوئی اور مزار پر انوار موعظ صفائیاں ماورائے نہر میں مرجع خلافتی ہے یہ وہ زمانہ تھا، جب میر تقی میر نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور یہاں خاندان تخلق کا دور انحطاط تھا۔

آپ کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت آپ کے مرید حضرت خواجہ یعقوب چرخ سی چلا۔



حضرت خواجہ یعقوب چرنی

آپ کی ولادت با سعادت موضع چرن نزد غزنی میں ہوئی۔ نام نامی حضرت مولانا یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود غزنوی ہے۔ آپ کے والد ماجد صاحب علم و تقویٰ بزرگ تھے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے مواضعات حصار سے حاصل کی پھر جامع ہرات سے حصول تعلیم کے لیے آپ دوبارہ مہر تک پہنچے۔ چندان بدشائیں رہے اور شیخ زین الدین خوانی کے ساتھ مصر میں مہدرس رہے۔ یہ دونوں حضرات مولانا شہاب الدین سیراجی سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ فتویٰ کی اجازت آپ نے علمائے بخارا سے حاصل کی۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت حضرت خواجہ خواجگان سید بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ العزیز سے حاصل تھی۔ سلوک و معرفت کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار سے کی۔ جس زمانے میں آپ بخارا سے شہر کش (از مواضعات اصفہان) پہنچے اور کچھ عرصہ قیام کیا تو وہاں ہی آپ نے اپنے پیروم رشد کے وصال کی خبر سنی جس کی وجہ سے آپ کو بہت قلق ہوا۔ اور کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ عطار کی خدمت میں موضع چغانیاں قیام پذیر رہے۔ ان کی وفات پر آپ چغانیاں سے بلاد حصار میں منتقل ہو گئے اور سلسلہ کی نشر و اشاعت میں مصروف عمل ہو گئے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی نے آپ کو اپنا کلام مبارک بھی عطا کیا تھا جو تمام عمر آپ کے پاس رہا۔

سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت میں آپ نے بہت کام کیا۔ بیشمار لوگوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کیے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے اپنی بیعت کا حال خود بیان کرتے ہیں۔ "میں شام کے وقت فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا۔ شیخ عالم سیف الحق والدین باختری کے مزار کی طرف متوجہ بیٹھا تھا۔ کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا قصد آپ کا اور مجھ میں بے قراری پیدا ہوئی۔

میں نے حضرت خواجہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا قصد کیا۔ جب میں موضع کو شک بندواں (نقصر مارفاں) میں جو آپ کی قیام گاہ تھی، پہنچا تو حضرت خواجہ خواجگان کو راستے میں منتظر پایا۔ آپ لطف و احسان سے پیش آئے اور نماز شام کے بعد صحبت کا شرف بخشا۔ آپ کی ہیئت مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ دیکھنے کی مجال نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا علم دو ہیں۔ ایک قلب کا علم جو نبیوں اور رسولوں کا علم ہے دوسرا زبان کا علم جو بنی آدم کا حصہ ہے امید ہے علم باطن تجھے ملے گا۔"

بیعت کی اور کچھ عرصہ آپ کی خدمت اقدس میں فیوض و برکات حاصل کرتا رہا۔ تالیفات میں رسالہ النسیہ، آپ کی ایک معروف تصنیف ہے جو مؤلف کے اپنے پیروم رشد شہنشاہ نقشبند حضرت سید بہاؤ الدین نقشبندی کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس میں فاضل مؤلف نے حضرت خواجہ نقشبند کے ملفوظات کے علاوہ آپ کے منتخب دوا می و صنویٰ نفیلت۔ نفلی نمازیں۔ ذکر خفی (خصوصی طریقہ سلسلہ نقشبندیہ) اور ان فوائد کو بھی بیان فرمایا ہے۔ جو آپ نے حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار سے حاصل کیے۔ علاوہ بریں رسالہ حالیہ۔ ناسیہ۔ رواج۔ حورائے۔ شرح رباعی ابوسعید اہل البیہ۔ شرح اسماء الحسنیٰ اور ابوالیہ بھی آپ کی تصانیف میں شامل ہیں۔

آپ کی وفات ۵ صفر المظفر ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۴۷ھ کو ہجری ۹ سال بمقام ملفون

یا (ملفوظ) مصافحت حصار شادمان ماورالنہر میں ہوئی اور وہیں مزار پُر افوار بنا۔ ان
ایام میں ہندوستان پر علاؤ الدین سادات خاندان کی بادشاہت تھی۔ شہزادہ داراشکوہ
قادری مصنف سفینۃ الاولیاء نے آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی تھی۔
آپ کے خلفائے کرام میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نے بہت مقام حاصل
کیا اور ان سے مشائخ نقشبند کا سلسلہ چلا۔

حضرت خواجہ یعقوب چرخ کی قرآن پاک کی تفسیر جو آخری دو پاروں پر مشتمل
ہے۔ دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور میں "تفسیر چرخ" کے نام سے موجود ہے
اس فارسی مخطوطہ کے ۲۴۶ صفحات ہیں۔ اس کا ایک اور قلمی نسخہ "لواء الدرات علمیہ"
انک۔ کیمبل پور میں موجود ہے۔ حضرت یعقوب چرخ کی یہ تفسیر مشائخ نقشبند میں
بڑی ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔



حضرت خواجہ عبید اللہ احرار

اسم گرامی عبید اللہ۔ لقب ناصر الدین اور احرار ہے۔ ولادت ماورضان المبارک
۷۸۲ھ مطابق ۱۳۸۲ء میں تاشقند (یا غستان) میں ہوئی۔ والد ماجد کا اسم گرامی
خواجہ محمود بن شہاب الدین شاشی تھا۔ جن کا شمار بزرگان دین میں ہوتا ہے اہل عمر
سے ہی آپ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔

حصولِ علم کے لیے آپ نے سمرقند سے بخارا تک کا بھی سفر اختیار کیا۔ خراسان
جلت دلیہ مقامات پر بھی گئے کافی عرصہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار کی خدمت اقدس
میں رہے۔ اور ساتھ ساتھ دیگر شیوخ زمانہ سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ سلسلہ مالکیہ
نقشبندیہ میں انھیں سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ پھر تکمیل سلوک حضرت خواجہ یعقوب
چرخ سے کی اور سلسلہ مالکیہ نقشبندیہ کے بزرگان میں ایک نہایت اہم مقام حاصل کیا
حضرت مولانا نظام الدین خلیفہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار سے بھی استفادہ کرتے
رہے۔ سمرقند میں حضرت سید قاسم تبریزی کی صحبت سے بھی مشرف ہوئے۔

آپ اپنے زمانہ کے قطب الاقطاب۔ صاحب کرامات، کبریٰ اور ولی کامل بزرگ
تھے اپنے وقت کے مجدد تھے۔ یہاں تک کہ سلطان ابوسعید مرزا دلدلیر الدین بابر
ادشا و ہندوستان آپ کا مرید ہو گیا۔ آپ کی وجہ سے دین اسلام کو بے حد
تقویت نصیب ہوئی۔

آپ کاشت کاری کرتے تھے اور اسی پر گزارا کرتے تھے۔ رزقِ حلال کھاتے تھے آپ کے مقابلتہ بلند اور کرامات ارجہ بند بے حد و حساب ہیں۔ نہایت امیر کبیر تھے اور شاہانہ ٹھاٹھ سے رہا کرتے تھے۔ گھوڑے باندھنے کی میخیں سونے چاندی کی تھیں لیکن آپ کے زبد و ورع اور پرہیزگاری و تقویٰ میں ذرہ برابر بھی فرق نہ پڑا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ کئی بادشاہوں نے آپ سے راہِ ہدایت پائی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ منفرد بزرگ ہیں۔ جنھوں نے عام لوگوں کی اصلاح کے علاوہ معصراطلین کو اپنے زیر اثر کیا۔ بلکہ خاندانِ تیموریہ کے امیر آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مرزا بالہ محمد بن مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ خراسان سے آکر سمرقند پر حملہ آور ہوا۔ مرزا سلطان ابو سعید مرزا آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر معروض ہوا کہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس کے ساتھ سپاہ کثیر ہے آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کر اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے چنانچہ بعد ازاں ان میں صلح ہو گئی۔

جب سلطان ابو سعید مرزا ۲۵ رجب ۸۹۵ھ بمطابق ۱۴۹۱ء شہید ہو گیا۔ تو اس کے گیارہ روزوں میں چار برس حکومت تھے۔ مرزا لاجپگ کابل میں۔ مرزا سلطان احمد سمرقند میں۔ مرزا عمر شیخ اندجان و فرغانہ میں۔ مرزا سلطان محمود و قندوز و بدخشاں میں۔ مرزا سلطان محمود نے سمرقند کے محاصرے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس کو منع فرمایا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ حملہ کر دیا۔ حضرت کی دعا و برکت سے سخت کمزور ہو گئی اور مرزا سلطان محمود کو شکست ہوئی اور اس کے بھاگنے پر بہت سامانِ غنیمت ملا تھا آیا۔

آپ کے خلفائے کرام میں حضرت مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی، حضرت خواجہ محمد زاہد، حضرت مولانا بریلان الدین قتلتانی، حضرت مولانا ابو سعید اویسی، حضرت مولانا خواجہ علی تاشقزی، حضرت مولانا محمد قاسمی، بہت معروف ہیں۔

آپ کی تصانیف میں رسالہ ”الغاسِ نفیسہ“ کو ایک خاص مقام حاصل ہے جس میں قرآن، صحبتِ ناجس سے اجتناب، نمازِ پنجگانہ کی باجماعت ادائیگی، معمولاتِ شب بیداری، طریقہ نمازِ تہجد، دعائے صبح گاہی، نوافلِ چاشت (اشراق) کی ادائیگی کا طریقہ اور فضائل پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

آپ کا وصال ۲۹ ربیع الاول ۹۰۵ھ مطابق ۱۴۸۹ء بمجرور ۹ سالِ شبِ شنبہ اقامتِ سمرقند ہوا۔ آپ کے مزار اقدس پر آپ کی اولاد نے نہایت عالی شان مقبرہ بنوایا۔ آج بھی مرجع عوام و خواص ہے۔ مزار اقدس محلہ خواجہ کفیر میں ہے ان ایام میں سلطانِ اہلِ ہند و بھی ہندوستان پر حکمران تھا۔

آپ کے بعد مشائخِ نقشبندیہ کا سلسلہ حضرت خواجہ محمد زاہد قدس سرہ سے چلا۔



حضرت خواجہ محمد زاہدؒ

آجانب اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ یعقوب چرخؒ کے قریب داروں میں سے تھے کچھ آپ کو ان کا نواسہ کہتے ہیں۔ ولادت موضع وحش واقع ملک حصار (افغانستان) میں ہوئی۔ اوائل عمر سے ہی نہایت عبادت گزار تھے اور ذکر و اشغال میں مشغول رہا کرتے تھے جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے علم و فضل کی شہرت سنی تو ان کی خدمت اقدس میں سمرقند پہنچے اور وہاں محلہ ولسر میں اقامت گزری ہوئے۔ ایک دن صاف مستحضر لباس پہن کر ان کی خدمت میں جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ دوسری طرف حضرت خواجہ احرار کو بھی بذریعہ کشف اس کا علم ہو گیا۔ چنانچہ وہ بھی اونٹ پر سوار ہو کر مع مریدین ان کی طرف روانہ ہوئے جب راستے میں ملاقات ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور پھر ان کو شرف بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کی وفات ربیع الاول ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۲۹ء موضع وحش میں ہوئی اور وہیں مزار بنا۔ اس زمانے میں ہندوستان پر ظہیر الدین بابر حکمران تھا۔ آپ کے وصال کے بعد سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ درویش محمدؒ سے چلا۔

حضرت خواجہ درویش محمدؒ

حضرت خواجہ درویش محمدؒ اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد زاہدؒ کے بھانجے تھے جنھوں نے بذات خود اعلیٰ تعلیم و تربیت پر مکمل توجہ فرمائی اور علوم ظاہری و باطنی میں کیتا نے زمانہ کر دیا آپ تفسیر حدیث، فقہ اور دیگر علوم کے متبحر عالم تھے۔

سلسلہ مالکیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ محمد زاہدؒ قدس سرہ العزیز سے شرف بیعت و خلافت حاصل کیا بیعت ہونے کے بعد پندرہ سال تک عبادت و ریاضات میں مشغول رہے اور یہ حالت تہجد و تعذیب سے خود دے خواب یاباؤں اور ویرانوں میں رہا کرتے تھے انھیں ایام میں حضرت خواجہ فضل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دنیاوی شہرت سے بہت ڈرتے تھے اس لیے کچھ لوگ قرآن پاک پڑھاتے تھے جب شیخ نور الدین خوانی آئے تو انھوں نے لوگوں کو آپ کے مقلات بلند وارجندہ سے آگاہ کیا۔

آپ کی وفات ۹۱۹ھ محرم الحرام ۱۵۰۶ء مطابق ۱۵۲۲ء میں بروز پنجشنبہ موضع اسقرار متصل شہر سبز ماور النہر میں ہوا اور وہیں مزار اقدس بنا۔ آپ کے وصال کے بعد سلسلہ نقشبندیہ حضرت مولانا خواجہ محمد امکنگیؒ سے چلا۔

حضرت مولانا خواجگی اکتلی

اسم مبارک محمد تھا۔ والد ماجد حضرت مولانا درویش محمد تھے چونکہ رہائش موضع اکتہ (من مصافات) بخارا تھی اس لیے اکتلی کہلائے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے والد مکرم سے بیعت و خلافت پائی اور تیس سال تک مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹۱۵ھ مطابق ۱۵۱۲ء میں ہوئی۔ تمام عمر درس و تدریس اور سلسلہ کے فروغ میں بسر کی۔ اپنے حالات کے اخفاء میں کوشاں رہتے تھے نہایت متواضع قسم کے بزرگ تھے۔ مہمانوں کی خدمت گزاری میں کوئی فروگزاشت نہ اٹھا رکھتے بلکہ خود ان کی اور ان کی سواروں کی نگہداشت کرتے تھے۔

آپ کے زہد و ورع کے باعث آپ کی شہرت دور دور تک تھی۔ قزاقان کے حاکم عبداللہ خاں نے آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کی درباری کرتے دیکھا تو نیاز مندانہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

علماء، فضلاء، امراء اور فقراء وغیرہ آپ کی خدمت میں بفرض استفادہ و استفادہ حاضر رہا کرتے تھے۔

ایک دفعہ پیر محمد خاں نے پچاس ہزار سوار کے ساتھ سمرقند پر حملہ کیا۔ باقی محمد خاں حاکم سمرقند کے پاس چودہ ہزار سوار و پیادہ تھے۔ جب اس نے آپ سے استمداد طلب کی تو آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اور پیر محمد خاں شکست کھا کر بھاگ گیا۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔

آپ کا وصال شہیدہ مطابق ۹۹۹ھ بمطابق ۱۶۰۰ سال موضع اکتہ میں ہی ہوا۔ جو بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ ان ایام میں ہندوستان پنہنشاہ جلال الدین اکبر کی حکومت تھی۔ آپ نے وفات سے چند روز قبل حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ اپنے خلیفہ اعظم کو خط لکھا تھا جس میں یہ دو اشعار تحریر فرمائے۔

نہاں تازماں مرگ یاد آیدیم ندغم کتوں تاجہ پیش آیدیم
جہانی مبادا مرا از خدا دگر ہرچہ پیش آیدیم شایدیم

آپ کے وصال کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا سلسلہ ہندوستان میں مسلسل سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی سے چلا۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی

اسم گرامی سید رضی الدین محمد باقی تھا آپ کو خواجہ بریلنگ بھی کہا جاتا ہے۔ مگر دنیا نے تصوف میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کے نام نامی سے مشہور ہوئے۔ والد کا نام قاضی عبدالسلام غلجی سمرقندی تھا جو کہ ایک متبحر عالم تھے۔ انھوں نے کابل میں شادی کی تھی۔ اور اس عقیقہ سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ تولد ہوئے۔ ولادت باسعادت ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء کابل میں ہوئی۔ آپ حضرت امام ملی نقی رضی اللہ عنہ کی اولاد اجماد سے تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور مولانا محمد صادق حلوانی کے درس میں شامل ہوئے۔ پھر ان کے ساتھ بلخ، بخارا، بدخشاں اور ماوراءالنہر تک کا سفر تحصیل علوم و فنون کے لیے کیا۔ بے شمار شیوخ زمانہ سے تحصیل علم کی اور پھر ہندوستان تشریف لے آئے۔ بلند مقامی ادائیل عمر سے ہی آپ کی پیشانی مبارک سے نمایاں تھی۔

سلسلہ مالیتقشبدیہ میں آپ کو بیعت و خلافت حضرت خواجہ محمد الکنگنی سے حاصل ہوئی۔ عبادت و ریاضت میں بے نظیر تھے۔ نماز عشاء سے نماز تہجد تک دو قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ اور پھر تہجد سے صبح کی نماز تک اکیس مرتبہ سورت یس کی تلاوت کرتے تھے۔ اور یہ روزمرہ کا معمول تھا۔ قیام لاہور میں بہت سے سالوں اور مجذوبوں سے ملاقات کی۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ لاہور تشریف لائے اس زمانہ میں

غالب ترغی خان شیخ بخاری بھی لاہور میں تھا۔ اس نے آپ کے تمام مصارف کی اسنادیں اپنے پرلی۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی اپنی تالیف ”زبدۃ المقامات“ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت بہت سے علماء و فضلا نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیضان پایا۔ اس دوران آپ کا لاہور میں قیام ایک سال کے قریب رہا۔ پھر ماوراءالنہر کی طرف چلے گئے اس سفر میں حضرت شیخ الداد نقشبندی لاہوری آپ کے ہم سفر تھے۔ قیام لاہور میں آپ کو ایک مجذوب جو صاحب احوال تھا، ملا۔ آپ اس کے پیچھے پیچھے پھر کرتے۔ وہ جس وقت آپ کو دیکھتا سوائے گالیاں دینے کے کچھ نہ کہتا۔ کبھی آپ پر پتھر پھینکتا اور کسی دور بھاگ جاتا مگر آپ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ بالآخر آپ نے اس سے اپنا عقیدہ مل کر لیا۔

۱۵۹۹ھ میں دوسری مرتبہ مدنیۃ الاولیاء لاہور تشریف لائے ”حضرت القدس“ مصنفہ عبدالدین سمرقندی اور زبدۃ المقامات مصنفہ محمد ہاشم کشمی میں لاہور کے بہت سے واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔

دریابا ہمارے طریقے کا دار و مدار تین باتوں پر ہے۔

۱۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدمی

۲۔ اگاہی

۳۔ عبادت

آپ اپنے وقت کے امام اور مقتدا تھے زمانہ جامع کمالات ظاہری و باطنی۔ جامع مبادا و متقی باوصاف کریمہ تھے۔ کم گو، کم غور و اور کم خواب تھے حضرت امام عظیم امجد رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح آپ پر ظاہر ہوا کرتی تھی اور فقہی مسائل میں ان کے مقتدا تھے۔

آپ کے خلیفہ اعظم امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سمرقندی تھے جن سے

تمام ہندوستان اور اقصائے عالم میں سلسلہ مالیتقشبندیہ کی نشر و اشاعت ہوئی
مکتوبات امام ربانی میں ہیں مکتوب آپ کے نام میں یہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
کا زمانہ حکمرانی تھا۔

امراٹے دربار میں سے نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری۔ نواب شیخ خاں لہجانی
حاکم پنجاب۔ خان اعظم مرزا عزیز کو کہ امیر الامراء مرزا عبدالرحیم خان خانان۔ صدر الصدور
نواب صدر جہاں۔ مرزا حسام الدین احمد بہنوئی علامہ ابوالفضل اور دیگر جلیل القدر
امراء وزراء اور سپہ سالاران آپ کے عقیدت مند تھے۔

پھر دہلی تشریف لے گئے اور اس کو اپنا مستقل مستقر بنالیا اور متبعین و مرشاد کی
مائل برپا کیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے بے حد عقیدت مند
اور ارادت مند تھے۔

خلفائے مظام میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی۔ حضرت شیخ تاج الدین
سنہلی۔ خواجہ حسام الدین احمد۔ شیخ اللہ داد اور خواجہ محمد نور بہت معروف ہیں۔
ماہر زادگان میں حضرت خواجہ عبید اللہ (خواجہ کلاں) اور عبداللہ (خواجہ غورد)
تھے۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی :-

”کہ میری وفات کے بعد گبنہ بنانا“

چنانچہ مرزا حسام الدین احمد نے ایک مہند چوڑے پر آپ کی قبر بنادی۔ اللہ
کی قدرت دیکھیے کہ اس چوڑے پر موسم گرما میں بھی پاؤں کو تکلیف و حرارت
محسوس نہیں ہوتی۔

آپ کا وصال ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ مطابق ۱۶۰۲ء بروز شنبہ بوقت
عصر اپنے مکان واقع کوٹہ فیروز شاہ میں ہوا۔ عمر پاک ۴۰ سال مہوئی۔ مرزا پر انوار

قلب و دُست سے اجیری حد و اندازہ کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں قدم شریف مسلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک قبرستان میں ہے۔

آپ کی وفات کے وقت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی جن سے آپ کا
سلسلہ نقشبندیہ آگے چلا، اس وقت لاہور میں تھے۔ وفات کی خبر سننے ہی
پر انہیں جانبِ دہلی روانہ ہو گئے۔



حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (قیوم اول)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی حضرت مخدوم عبدالحق چشتی صابری کے ہاں شہر سرہند میں ۱۴ شوال المکرم ۹۷۴ھ مطابق ۱۵۶۳ء بوقت شب جمعہ پیدا ہوئے۔ مولانا کمال الدین کاشمیری سے مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کی قرآن پاک حفظ کیا۔ شیخ یعقوب کاشمیری سے کتب احادیث پڑھیں۔ حدیث کی سند قاضی بہلول بدخشیانی سے حاصل کی۔ یہاں تک کہ جوانی میں تمام مروجہ علوم میں کیتائے زمانہ بنے۔ حضرت شیخ محمد شفیع دہلوی اپنی تالیف ”اخیار الاخیار“ میں لکھتے ہیں کہ آپ کا نسبی سلسلہ حضرت فاروقی اعظم تک ۲۸ واسطوں سے ملتا ہے۔ حضرت فرید الدین گنج شکر کا نسب بھی شیخ شہاب الدین علی ملتعب بہ فرخ شاہ کابلی سے ملتا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی کے پندرہویں جد میں سے تھے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت و خلافت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی سے تھی جب اکبر آباد پہنچے تو آپ کے علم و فضل کی دھوم مچ گئی۔ علامہ ابوالفضل اور فیضی نے جب آپ کی آمد کی خبر سنی تو حاضر خدمت ہوئے۔ اس زمانہ میں آپ نے بے نقط تفسیر ”سواطع الدیام“ کی تصحیح فرمائی۔ پھر آپ کو ان کے لحدانہ عقائد کی بناء پر نفرت ہو گئی اور آپ اپنے وطن مالوف واپس آ گئے۔

پھر آپ کی شادی حاجی سلطان مٹھانیسری کی دختر نیک اختر سے ہو گئی۔ شنبہ مطابق ۱۵۹۸ء میں آپ کے والد بزرگوار انتقال کر گئے۔ تو اگلے سال آپ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچے۔ تو حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملاقات ہو گئی اور ان کی خدمت اقدس میں رہ کر سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ چند سے قیام کے بعد سرہند شریف واپس تشریف لے آئے۔ اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ عبادت فریاضات میں مشغول ہوئے۔ جب آپ نے ملکی حالات دیکھے کہ کس طرح بادشاہ مذہب اسلام کو خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور نئے چھوٹے مذہب دین الہی کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہے۔ تو آپ نے اصلاح امت کا بیڑہ اٹھایا اور ۱۶۱۲ء میں تجدید کا کام شروع کر دیا۔ یہ تجدید اچانک دین کا پہلا سال تھا۔ ۱۶۱۵ء میں آپ کو حضرت شاہ سکندر قادری کی عقلی نے آپ کو حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کا خرقہ مبارک پیش کیا۔ جو حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق سے آپ کو سنا بعد نسل منتقل ہوتا رہا۔ تجدید کے بارہویں سال آفتاب پنجاب ملا عبدالکیم سیالکوٹی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ شہنشاہ نور الدین جہانگیر آپ کے ان تجدیدی کاموں سے بوکھلا گیا۔ کچھ اس کی بیگم ملکہ اور جہاں نے ورغلا یا۔ جس پر اس نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں محبوس کر دیا۔ یہ ۱۶۱۹ء کا واقعہ ہے اس پر امراء اور سپہ سالار دربار شاہی مثلاً عبدالرحیم خان خاناں۔ صدر الصدور سید صدر جہاں، مہابت خاں۔ مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری۔ خان اعظم مرزا عزیز۔ خان جہاں لودھی قاسم خاں۔ حیات خاں سکندر لودھی، تربیت خان اور دریا خان جیسے اعیان سلطنت جن کو آپ کے پیروں میں شاد و دل آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ بادشاہ کے خلاف ہو گئے۔ جب جہانگیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو آپ کو رہا کر دیا گیا مگر اس نے اپنی تصنیف ”تذکرہ جہانگیری“ میں آپ کا ذکر مغرورانہ انداز میں کیا ہے۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ

آپ شاہی لشکر کے ساتھ زمین اور تبلیغ اسلام کا کام جاری رکھیں یہ سلسلہ تین چار سال تک قائم رہا۔ اس سے جہانگیر کا ذہن بدل گیا۔ اور وہ اسلام کی طرف زیادہ توجہ دینے لگا۔

۱۶۲۲ء میں آپ حضرت سلطان الہند سید معین الدین چشتی اجمیری کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے دیر تک مراقبہ میں رہے۔ اس سفر میں حضرت خواجہ محمد ہاشم کشتی بھی ساتھ تھے۔

آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔ مکتوبات امام ربانی۔ رسالہ در رد زواقف۔ اثبات النبوة۔ رسالہ تہلیلہ۔ شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ۔ مبداء و معاد۔ مکاشفات غیبیہ۔ رسالہ معارف لدنیہ۔

آپ کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کے والد حضرت شیخ عبدالاحد کو خواب آیا کہ آپ کے گھر ایک مالی مرتبت دلی اللہ تولد ہوگا۔ حضرت خواجگی المکنیؒ حضرت احمد جامؒ اور حضرت شاہ کمال کبلیؒ کی پیشگوئیاں بھی یقین اور حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کا جتہ مبارک حضرت شاہ سکندر کبلیؒ کے ذریعہ آپ تک پہنچا۔ یہ تمام باتیں اس امر کی غمازی کرتی ہیں کہ آپ ہر زمین ہندوستان میں ایک صحیح اسلامی حکومت قائم فرمائیں گے اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔ مگر بقائے دوام کے دربار میں آپ کو مکتوبات کیوجہ سے جو عالمگیر شہرت نصیب ہوئی اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

ان مکتوبات شریفہ کے تین دفتر ہیں۔

- (۱) دفتر اول (دارالعرفت) مرتبہ خواجہ یار محمد جدید بخشانی طالقانی یہ ۳۱۲ ہیں۔
- (۲) دفتر دوم (نور الخلائق) مرتبہ حضرت خواجہ عبدالحی حصار سی شادمانی یہ ۹۹ ہیں۔
- (۳) دفتر سوم (معرفت الحقانی) مرتبہ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشتی بریلوی

یہ ۱۱۴ ہیں۔

یہ مکتوبات آپ نے شہنشاہ جہانگیر۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ۔ مرزا حام الدین احمد۔ مرزا نعمان بدخشانی۔ خواجہ محمد اشرف کابل، ملا عبد الغفور سمرقندی۔ شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی وغیرہ کے علاوہ صدر الصدور میراں صدر جہاں۔ خان اعظم مرزا عزیز کوکہ نواب خان جہاں حسین قلی بیگ۔ مرزا عبدالرحیم خان خٹکان۔ نواب قلیچ خان اندجانی۔ نواب مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری۔ حضرت خان لودھی۔ وغیرہ کو لکھے۔

مدینۃ الاولیاء لاہور کے ان بزرگان کو خط لکھے۔
شیخ محمد مکی ولد حاجی قاری موسیٰ لاہوری۔ شیخ عبدالمجید شیخ محمد تقی لاہوری۔
شیخ العالم مولانا حاجی محمد لاہوری۔ ملا عبدالواحد لاہوری۔ حافظ محمود لاہوری۔ ملا طاہر لاہوری۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مدینۃ الاولیاء لاہور میں کئی مرتبہ تشریف لائے اور لوگوں کو اپنے موعظہ حسنہ سے مستفید فرمایا۔ ۱۶۳۳ء میں جب آپ لاہور تشریف لائے تو سارا شہر آپ کی طرف اُٹھ پڑا۔ پھر آپ نے علمائے لاہور سے ملاقاتیں کیں۔ صوفیائے کرام کے مقابلہ پر حاضر دی۔ فاتحہ خوانی کی۔ لاہور کی یہ محافل اور مجالس اہالیان شہر کے لیے نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھیں۔ اہالیان لاہور نے آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ اور آپ کی ذات گرامی سے ان کے قیام لاہور کے دوران بہت سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ اب بھی مغل پورہ ریلوے سٹیشن کے پاس مسجد نور ہے جس میں ان دونوں بزرگان نے نماز ادا کی تھی۔

آپ کے سیکڑوں کی تعداد میں خلفائے کرام تھے جن کو آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک خلافت دے کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے روانہ کیا۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں۔ مولانا بدیع الدین سرمدی مصنف حضرت بقدرت حضرت دہقانہ رومی متوفی ۱۱۲۵ھ حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری م ۱۱۲۵ھ حضرت مولانا محمد ہاشم کشتی بریلوی۔

حضرت مولانا یار محمد جدید بخشی طالقانی جامع مکتوبات شریف

حضرت شیخ محمد صادق کابلی م ۱۶۰۹ء - حضرت مولانا امان اللہ لاسوری وغیرہ -
اس کے علاوہ آپ کے مریدین باصفا کی تعداد نو ہزاروں میں تھی جو مائے ہندوستان
میں پھیلی ہوئی تھی -

بیرون ملک شام - ترکستان - روم - کاشغر - توران - بدخشاں - خراسان - قباچاق
وغیرہ تک آپ کے خلفاء گئے

اولاد پاک میں حضرت خواجہ محمد صادق م ۱۶۱۶ء - حضرت خواجہ محمد سعید م ۱۶۵۹ء
حضرت خواجہ محمد معصوم م ۱۶۶۸ء - حضرت خواجہ محمد فرخ م ۱۶۱۶ء - حضرت خواجہ محمد
عیسیٰ م ۱۶۱۶ء - حضرت خواجہ محمد اٹرف م ۱۶۱۶ء - حضرت خواجہ محمد یحییٰ م ۱۶۸۴ء
کے علاوہ تین صاحبزادیاں بی بی رقیہ بانو - بی بی ام کلثوم اور بی بی خدیجہ بانو تھیں -
۱۶۱۶ء میں آپ قیوم اول بنے -

آپ کا وصال ۲۸ صفر المظفر ۱۲۳۳ء مطابق ۱۶۲۲ء بروز جمعہ شنبہ سمرہند
شریف میں ہوا - عمر پاک ۶۳ سال پائی - آپ کے جعجعی شیخ بہاؤ الدین نے غسل دیا
حضرت مولانا بدر الدین سمرہندی صاحب "حضرات القدس" پانی ڈالتے رہے آپ کو
تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا -

نماز جنازہ آپ کے فرزند رشید حضرت خواجہ محمد سعید نے پڑھائی - مزار مبارک
اس قبہ منورہ میں ہے جو آپ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد صادق کی تربیت
پر تعمیر کرایا تھا - موجودہ مقبرہ کو حاجی سیٹھ ولی محمد و حاجی ناسم خلف حاجی دادا
ساکن دوراچی ملک کاٹھا واڑ گجرات نے دوبارہ بنوایا ہے - قبہ قدیمہ کو بحال رکھ کر
اس کے اوپر سنگ مرمر کا عالیشان گنبد تعمیر کیا گیا ہے اس جدید عمارت پر نقشہ ریٹا
ڈیڑھ لاکھ روپے اس زمانے میں خرچ ہوئے - اور پانچ سال میں مکمل ہوا -

جنوبی دروازے پر یہ عبارت تحریر ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

مزار پر انوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی
سمرہندی رحمت اللہ علیہ -

اس روضہ منورہ بتاریخ ۱۳۲۳ء مطابق ۱۹۲۵ء تعمیر یافت



عروة الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم (قیوم ثانی)

عروة الوثقی قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ ولادت باسعادت ۱۱ شوال المکرم ۱۰۹۵ مطابق ۱۵۹۵ء عہد جلال الدین اکبر بمقام بسی نزد سرہند ہوئی۔

۱۶ سال کی عمر میں آپ نے تمام متداولہ علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ درس کتب اپنے برادر معظم خواجہ محمد صادق سے پڑھیں اپنے والد مکرم سے بھی استفادہ کیا۔ کچھ کتب حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری سے پڑھیں۔ قرآن مجید میں ماہرین حفظ کر لیا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے شرف بیعت و خلافت حاصل کیا۔ لکھا ہے کہ نولاکھ آدمیوں نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ سات ہزار خلفاء صاحب ارشاد ہوئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری حقیقۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ آپ کے تین لاکھ مرید تھے لکھا ہے کہ مادر النہر خراسان اور بدخشاں وغیرہ ممالک کے بادشاہوں نے اپنے وکیل و مخالف وغیرہ بھیج کر دوبارہ غائبانہ بیعت کی۔ روم توران کاشغر یمن اور شام کے بادشاہ مرید ہوئے۔ شاہ سلیمان بادشاہ ایران رفس سے تائب ہوا۔ ہزارا شیخ بھی اس کے ساتھ ہی تائب ہو کر مرید ہوئے۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۱۲ء مطابق ۱۶۱۲ء میں آپ کا نکاح میر صفرا احمد رومی کی صاحبزادی سے لاہور میں ہوا۔ جن کا نام بی بی رقیہ تھا۔ حضرت میر صفرا احمد رومی

حضرت امام ربانی کے خلیفہ تھے۔

لکھا ہے کہ ۱۶۲۳ء میں آپ کو اپنے والد بزرگوار کی طرف سے قبولیت کی سند ملی اس دن پچاس ہزار افراد نے آپ سے بیعت کی۔ جہانگیر خود سرہند شریف حاضر ہوا۔ اور جب اس کا انتقال ہوا تو آپ نے اس کے حق میں دمانے خیر کی۔ شاہ جہان جب تخت نشین ہوا تو اس نے بھی آپ سے بیعت کی۔ اور کئی ایک بدعات جو عہد اکبر سے رواج پذیر تھیں، دور کیں۔ نیز اس نے آپ کے ایماء سے شاہی سکے پر کلمہ طیبہ کی مہر جاری کرنے کا فرمان دیا۔ تین لاکھ مساجد اور ایک لاکھ مدرسے تعمیر کرائے۔

۱۶۳۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر نے آپ سے بیعت کی۔ ۱۶۳۸ء میں شہزادی روشن آرا بیگم بیعت ہوئی۔ نواب مکرظاں گدلا مور آپ کا عقیدہ مند تھا۔ یہاں تک کہ شاہی خدمت چھوڑ کر آپ کی ہی خدمت اقدس میں سرہند شریف بسنے لگا۔ ۱۶۵۶ء میں اپنے دو برادران خواجہ محمد سعید خازن رحمت اور شیخ محمد عجمی کے علاوہ کئی ہزار مریدوں کے ہمراہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ ۱۶۵۷ء میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم علیہ التیمم و التسلیم کی زیارت پاک ہوئی۔ ۱۶۵۹ء میں واپس ہندوستان پہنچے۔ صاحب "فرضت الناظرین" لکھا ہے کہ مریدوں کی تربیت واقعات کی تعمیر اور مشکلات کے حل میں اپنے بھائیوں اور اپنے ہم عصر مشائخ سے متاثر تھے۔ مشہور فارسی شاعر ناصر علی سرہندی آپ کا مرید تھا۔

"مکتوبات معصومیہ" جو تین جلدیں پر مشتمل ہے آپ کے ہی مکتوبات کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ پہلی جلد میں ۲۳۹ دوسری جلد میں ۵۸ اور تیسری جلد میں ۲۵۵ کل ۵۵۲ مکتوبات ہیں۔ "مکتوبات امام ربانی" میں ۲۷ مکتوبات آپ کے نام ہیں۔

اولاد میں چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ فرزندان کے نام اس طرح ہیں

۱۔ حضرت شیخ محمد صبغت اللہ ۲۔ حجت اللہ علیہ السلام محمد نقشبند ۳۔ خواجہ محمد اشرف ۴۔ شیخ
محمد صغریٰ ۵۔ شیخ سیف الدین ۶۔ خواجہ محمد ۷۔ جہ محمد عبد اللہ

آپ کا وصال ۹ ربیع الاول ۱۰۰۹ھ مطابق ۱۶۰۰ء عہد اورنگ زیب عالمگیر
میں بمقام سرہند شریف ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے تازخ دفات کہی
۱۔ "نور عالم رفت" ۲۔ "عالم تاریک شد"

شہزادی روشن آرا بیگم بنت شاہ جہان - دھن نے اپنے خرچ سے روضہ تعمیر کرایا۔ نماز
جنازہ آپ کے فرزند حضرت شیخ عبد اللہ نے پڑھائی۔ اس کی تعمیر کے لیے شہزادی نے
ایران کے اعلیٰ درجہ کے استاد معمار طلب کیے۔ کچھ عرصہ اور روضہ شریف پر سہرا کام کیا
گیا تھا۔ دروازوں کے پردے شامیانے آوا۔ اور مزار پوش زربفت کے تھے۔ لکھا ہے
کہ روضہ شریف کی عمارت اور سامان فرش خود شیخ پر ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ خرچ ہوا۔
پانچ ہزار اشرفی گنبدوں پر خرچ ہوئی۔ آپ کے لیے اس روضہ کے اندر آٹھ قبریں ہیں۔



حضرت خواجہ حجّت اللہ محمد نقشبند

(قیوم ثالث)

آپ مردۃ الوثنیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم کے دوسرے فرزند ارجمند ہیں۔
ولادت پاک بروز جمعہ المبارک، رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۵ء عہد
موجودہ جہانگیر میں سرہند شریف میں ہوئی۔ علوم ظاہری و باطنی اپنے والد مکرم سے
حاصل کیے آپ کا لقب نقشبند ثانی ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ اور
قبولیت آپ کو ۱۰۴۲ھ مطابق ۱۶۶۲ء عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ملی۔ نیر
قطب انقلاب کی بشارت دی۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۶۹ء کو مستند
ارٹھاد چلوں فرمایا۔ بے شمار لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ لکھا ہے کہ روئے
زمین کے مختلف حصوں سے لوگ مدھی دل کی طرح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
ایران، تھان، ترکستان اور بدخشاں کے بادشاہ اپنی اپنی حدود تک استقبال
کے سہارے اور اپنے اپنے اہل بی مع ہوا و مخالف آپ کی خدمت میں بھیجے۔

قبولیت کے گیسویں سال دروازہ چار پانچ سو آدمی بیعت ہوتے۔ علاوہ بریں

بڑے بڑے مشائخ اور علماء حلقہ ارادت میں آئے۔

آپ کے چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کا وصال ۲۹ محرم الحرام ۱۱۳۲ھ مطابق ۳۰ شوال بروز شنبہ جمعہ سرہند شریف میں ہوا۔ آپ کو اس مکان میں جو قدیم سے آپ کی ملکیت تھا حضرت عروۃ الثقلین کے روضہ مبارک سے شمال کی طرف تین تیر پری ب کے فاصلہ پر فتح باغ کے قریب دفن کیا گیا اور مرقد مبارک پر نہایت عالیشان قبۃ بنایا گیا۔



حضرت خواجہ محمد زبیر (قیوم رابع)

حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع بن حضرت ابو العالی بن عروۃ الثقلین حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی بروز دو شنبہ ۵ ذی قعدہ ۹۳۰ھ مطابق ۱۶۸۲ھ سرہند شریف میں تولد ہوئے۔ حضرت خواجہ محبت اللہ محمد نقشبند (قیوم ثالث) نے ان کو قیومیت کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ آپ نے یکم صفر المظفر ۱۱۳۲ھ مطابق ۳۰ شوال بروز شنبہ مسند قیومیت و ارشاد پر جلوس فرمایا۔ حضرت قیوم ثالث جب حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے۔ تو آپ کو ہمراہ لے گئے۔ اور نگ زیب کی وفات کے بعد اس کے رطکوں میں جنگ تخت نشینی لاہور میں چھیڑی۔ اس وقت شہزادہ معظم جو خواجہ خواجگان مجددیہ کا ارادت مند تھا۔ آپ سے دعا کا طالب ہوا۔ چنانچہ آپ کی دعا و برکت سے شہزادہ معظم بہادر شاہ اول کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ پھر حضرت قیوم رابع مدنیۃ الاولیاء لاہور شریف لائے تو ہزار ہا لوگوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ بادشاہ وقت اور بہت سے امراء و وزراء آپ کے مرید بنے۔ آپ آدھی رات کو ہتھکے لیے اٹھتے اور بعد نماز تہجد کبھی چالیس بار کبھی ساٹھ بار سورت لیں پڑھتے تھے۔ نماز اوتار میں کے بعد دس ہزار بار ذکر لکھی اثبات کرتے پھر مردوں کا ملتے فرماتے اور انھیں توجہ دیتے

عشاء کی نماز کے بعد گپ شاہی محلات میں تشریف لاکر عورتوں کا حلقہ فرماتے۔ آپ کے حلقہ ذکر میں ہزار ہزار مرد اور دود و تین تین سو عورتیں ہوتی تھیں۔ فجر سے چاشت تک مراقبے میں مصروف رہتے پھر مردوں کو حلقے میں توجہ دیتے۔ دم کے ساتھ دن میں چوبیس ہزار بار ذکر نفی اثبات اور پندرہ ہزار بار ذکر اسم ذات کرتے تھے۔

آپ کا وصال ۴ ذی قعدہ ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۴۱ء میں دہلی میں ہوا۔ آپ کی نعش مبارک کو دہلی سے لاکر سرہند شریف میں شیخ سعد الدین کی حویلی میں دفن کر دیا گیا۔ جس کو آپ نے شیخ مذکور کے فرزند سے چار ہزار روپے دیکر خرید لیا تھا پھر آپ کے مرقہ مبارک پر ایک عالی شان روضہ تعمیر کیا گیا جو رنگارنگ کے نقش و نگار سے آراستہ تھا اور جس میں چین اور فرنگ کی ملک کاری کی ہوئی تھی۔



حضرت خواجہ محمد اشرف مدنی

نام قطب الدین بخاری لقب سید حسین المعروف حضرت خواجہ محمد اشرف مدنی ہے آپ کا اصل وطن مادراہنہ ہے۔ ظاہری علوم کے حصول کے بعد سرہند شریف تشریف لے آئے اور یہاں باطنی علوم کی تحصیل کی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ نے قیوم رابع حضرت خواجہ محمد زبیر سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ ان کے وصال کے بعد سندار شاہ پر مشتمل ہوئے اور کچھ مدت سرہند شریف میں ہی قیام فرمایا۔ ولادت آپ کی ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء ہے۔ براستہ لاہور سرہند شریف گئے تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے عالم باعمل اور فاضل بے بدل تھے۔

جب حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد اجماد سے اختلاف ہوا۔ تو بارہویں صدی کے آغاز میں مدینہ منورہ چلے گئے۔ آپ کی ناراضگی سے چھ سال تک سرہند شریف میں سخت تباہی مچی۔ اس لیے آپ کو غالی سرہند کہا جاتا ہے۔

آپ کو اغیاء اور ائمہ کے اختلاط سے سخت نفرت تھی۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے تو دود و قدم پر سو بار دود شریف پڑھتے اور ہر ہر فرسنگ پر دو گانہ نماز ادا کرتے تھے۔ جب مدینہ کے نزدیک پہنچے تو دو گانہ شکر یہ ادا کر کے پابریہ شہر میں داخل ہوئے۔ اور شرف زیارت سے مشرف ہوئے پھر آپ کو مدینہ منورہ کی جدائی گوارا نہ ہوئی اس لیے آپ جنت البقیع میں حضرت امام حسن علیہ السلام

روزہ مبارک کے متصل جہاں قبۃ مبارک کا پانی گرتا ہے جا بیٹھے اور ذکر الہی میں مشغول ہوئے
 لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے لوگوں کو بشارت ہوئی کہ خواجہ محمد
 اشرف میرا فرزند اور وہاں ہے اس سے علم باطن کی نعمت حاصل کرو۔ چنانچہ بیشمار
 لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہوئے۔ اور
 سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شامل ہوئے۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۸ء میں ہوئی اور جنت البقیع
 میں روزہ حضرت عثمان ذی النورین کے روزہ پُرانوار سے متصل بتایا گیا اس کے نزدیک
 ہی حضرت خواجہ محمد پارسا اور حضرت آدم بنوریؒ کے مزارات مقدسہ ہیں۔ ایک مصنف
 آپ کی وفات کا سال ۱۱۵۸ھ مطابق ۱۷۴۸ء لکھتا ہے وہ لکھتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے
 روزہ مبارک کی چھت کا پانی آپ کے مرقہ پر گرتا ہے۔



حضرت حافظ سید جمال اللہ رامپوری

آپ بخارا سے ترک وطن کر کے براستہ لاہور سرہند شریف پہنچے۔ حافظ قرآن مجید
 اور متجرب عالم تھے۔ صحیح النسب سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ جس وقت بخارا سے سرہند
 شریف آئے تو آپ پر مجذوبیت کی حالت تھی اور یہاں آکر حضرت خواجہ محمد اشرف مدنی
 کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے۔ نیز بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے
 آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔

آپ روزانہ دو قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ اپنے استاد حضرت خواجہ قطب الدین
 کے ہمراہ حج کے لیے گئے۔

آپ کو شکار کا بھی شوق تھا اور آپ نے اپنی زندگی میں کئی شیروں کو مارا۔
 سرہند شریف ویران ہونے کے بعد آپ رامپور تشریف لے گئے روایت ہے
 کہ جب حضرت شاہ جمال اللہ نے حضرت خواجہ محمد فہیم اللہ کو افغانستان جانے کا حکم دیا
 تو بطور وصیت یہ دو رباعیاں سنائیں۔

(۱) مایہ دین بیدینا دادن از بے ہمتی است

زانکہ دنیا جہلگی رنج است و دین است

رباعیاں

نعمت نانی ستانی دولت باقی وہی
اندھیں سودا خرد داند کہ عین مجاش است
کوش تا دل صاحب نظر پرست آری
کہ قیمت در جہان دولتے ازیں بہتر
مکن عمارت دنیا - بکن عمارت دل
کہ عرش اعظم است ایں دل بقول پیغمبر

آپ کے خلفاء میں تاثیر خاں تیرا ہی حضرت سید محمد گیسوی - سید ملاں گمان تیرا ہی
شاہ درگا ہی غزنوی - وارث خاں بنارسی اور سید محمد الدین تیرا ہی وغیرہ تھے -
تمام عمر مجتہد رہے - آپ کی ستودہ صفات سے امراء اور رؤسا فیضیاب ہوئے -
اور حلقہ ارادت میں آئے - بنگر شاہی تھا - جہاں روزانہ سینکڑوں لوگ کھانا کھاتے
تھے - جو دو سنا اور خوش خلقی کے بادشاہ تھے - مستجاب الدعوات تھے - کئی قسم کی
کرامات اور خوارق آپ سے ظہور پذیر ہوئے -

آپ نے ۲ صفر المظفر ۱۲۰۹ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں وصال فرمایا - مزار پر انوار
شہر رامپور کے متصل دروازہ جمد گاہ میں واقع ہے -

حضرت خواجہ محمد عیسیٰ نقشبندی

آجناب قصبہ چوڑہ ضلع ملتان کے رہنے والے تھے - آپ کا شجرہ نسب حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے نہایت عالم فاضل بزرگ تھے -

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ جمال اللہ نقشبندیؒ سے باطنی استفادہ
فرمایا - اور خلافت حاصل کر کے موضع گوٹہ اپور ضلع بنوں چلے گئے اور وہاں سلوک ارشاد
کی محافل گرم کیں - بیشمار لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا - حضرت خواجہ خضر علیہ السلام
سے بھی آپ کی ملاقات تھی اور ہر روز آپ سے ایک دفعہ ملاقات کیا کرتے تھے آپ اپنے
خلیفہ اعظم حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کے ہمراہ تشریف بھی گئے تھے -
آپ کی کرامات بے شمار ہیں -

آپ کے تین صاحبزادے تھے (۱) خواجہ پیر محمد (۲) خواجہ جان محمد (۳) خواجہ
علی محمد آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ جان محمد سجادہ نشین ہوئے -
آپ کی وفات ۷ ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں گوٹہ اپور میں ہوئی اور
وہیں مزار شریف بنا -



حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیرائی نقشبندی

آپ کی ولادت فقہ تیراہ - کابل (افغانستان) کی ہے۔ شجرہ نسب ۲۲ واسطوں سے امام رفیع الدین فاروقی سے ملتا ہے والد ماجد کا نام حضرت قاضی خان محمد تھا۔ جو موضع شادی خیل نزد شہر کوٹاٹ علوم دینیہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے آپ کی شادی قاضی عبد المجید مفتی ملاذ کوٹاٹ کی صاحبزادی سے ہوئی جو خود بڑی عالمہ فاضلہ تھی۔

دورانِ ملازمت آپ رامپور میں رہے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ سید جمال اللہ اپنے ہمراہیوں سمیت سیر کی غرض سے اُدھر گئے۔ چنانچہ ان کو دیکھتے ہی وارفتہ ہو گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ بھی تھے۔ انھوں نے آپ سے بیعت کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ انھوں نے آپ کو حضرت خواجہ محمد عیسیٰ کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ آپ نے ملازمت ترک کر دی۔ اور اپنے پیرو مرشد کے ساتھ رہنے لگے۔

آپ نے اپنی حیات میں دور دراز علاقوں کا سفر کیا اور بے شمار بزرگانِ دین سے استفادہ و استفادہ کیا۔ بے شمار لوگ آپ کی تربیت سے سلسلہ نقشبندیہ میں شامل ہوئے۔ بڑے مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ کی کئی ایک کرامات مشہور ہیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ نور محمد جن کا مزار شریف چورہ شریف ضلع کیمیل پور میں ہے بہت شہرت حاصل کی۔ آخری عمر میں آپ کافی کمزور ہو گئے تھے اور پاکی میں سفر کر کے آیا جایا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۲۰ ربیع الاول ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء موضع تیرائی شریف تیراہ شریف (کابل) میں ہوئی اور وہیں مرقدا پاک بنا۔



حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی

حضرت خواجہ نور محمد حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی کے فرزند ارجمند تھے۔ پیدائش ۷۹۹ھ مطابق ۱۳۹۶ء میں ہوئی۔ اسی سال تک تیراہ میں رہے۔ ۳۳ واسطوں سے شجرہ نسب حضرت فاروق اعظم تک منتهی ہوتا ہے۔

تحصیل علوم و فنون اور باطنی تعلیم اپنے والد مکرم سے حاصل کی اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔

آپ شریعت محمدیہ کے پابندہ طریقت کے مشہور اور معرفت کے مقامات بلند پر فائز تھے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد فغانستان سے ہجرت فرما کر چوہہ شریف ضلع کیبل پور اکر سکونت اختیار فرمائی۔ اور خلق خدا کی روحانی تربیت میں مشغول ہوئے تیراہ سے چوہہ شریف آکر تقریباً ۱۵ سال کے عرصے تک رہے۔ آپ حضرت بابا جیو صاحب کے نام سے معروف ہوئے آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔

صاحبزادگان میں حضرت خواجہ احمد گل جو تیراہ شریف میں رہے حضرت دین محمد حضرت خواجہ شاہ محمد اور حضرت خواجہ فقیر محمد تھے۔

آپ کی وفات ۱۳ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں ہجری ۱۰۶ برس بروز جمعرات چوہہ شریف میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت بابا جی فقیر محمد بجاویشین ہوئے آپ کے ستائیں نامور خلفاء ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ فقیر محمد نقشبندی

حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف بہ حضرت بابا جی حضرت خواجہ نور محمد تیراہی کے دوسرے فرزند ارشد تھے۔ آپ کی ولادت کے وقت آپ کے جد امجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی بقید حیات تھے۔ انھوں نے اپنا لعاب دین ان کے منہ میں دیا۔ اور فرمایا۔ یہ رط کا بڑا نیک بخت ہوگا۔

آپ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد سے حاصل کیے۔

بیس سال کی عمر میں اپنے والد مکرم سے فرقہ خلافت نقشبندیہ حاصل کیا اور پھر اپنے بھائی خواجہ دین محمد کے ہمراہ پنجاب میں تشریف لائے۔ جب باڈلی شریف ضلع جہلم پہنچے تو محمد خان عالم کے فرزند غلام محی الدین اور دوسرے لوگ آپ کی توجہ سے سلسلہ میں داخل ہوئے پھر ساکوٹ شریف لے گئے وہاں بھی سیکڑوں آدمی حلقہ ارادت میں آئے۔ مدینۃ الاولیاء لاہور کی دفعہ تشریف لائے۔

شریعت نبویہ کے از حد پابند تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان کے قدم بقدم چلتے تھے۔ غرباء اور مساکین کی صحبت میں بہت خوش رہتے تھے آپ اس قدر متبحر عالم تھے کہ قرآن مجید کے ایک ایک لفظ کے جدا جدا اسرار و رموز بیان فرماتے۔ جسے سن کر بڑے بڑے عالم فاضل انگشت بدشاں رہ جاتے طبیعت جمالی تھی۔ کسی پر غصہ نہ فرماتے تھے۔ کسی دوست کی شکایت سنا کر وہ فرماتے تھے

تخل، بردباری اور کمساری میں بے مثال تھے۔ آپ کی مجلس میں بڑے بڑے علماء اور ائمہ میٹھے تھے۔ مگر آپ کی ذی وقار اور بارعب شخصیت کے سامنے کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ خوراک نہایت سادہ تھی جو خمیری روٹی اور کچڑی پر مشتمل ہوتی تھی۔ اپنے مریدوں کو "مرید" کہہ کر نہ بلاتے۔ بلکہ لفظ یار یا دوست استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اپنے خلفاء کی بہت عزت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات زبان زدِ عام ہیں۔ توجہ میں کیمیائی اثر رکھتے تھے۔

خلفائے کرام میں حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ علی پوری۔ حضرت ثانی لاثانی پیر جماعت علی شاہ علی پوری۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین باڈلی شریف حضرت حافظ عبدالکریم راولپنڈی کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ خلفاء اور مریدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

آپ کی وفات ۲۹ محرم الحرام ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء چورہ شریف میں ہوئی اور وہیں مزار پر انوار بنا۔ جو آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ نور محمد تیراہی کے مزار سے چند سو قدم کے فاصلے پر ہے۔



امیر ملت

حضرت حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری

امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ سید کریم شاہ شیرازی کے ہاں تولد ہوئے۔ آپ کا خاندان سادات شیراز سے تعلق رکھتا تھا۔ سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے خلیفہ چہارم حضرت علی کریم اللہ وجہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد میں ایک بزرگ سید محمد حنیف عبدالجلال الدین اکبر میں شیراز سے آکر علی پور سیداں میں اقامت گزی ہوئے۔

آپ نے علی پور سیداں میں حافظ شہاب الدین کشمیری سے قرآن مجید حفظ کیا ابتدائی کتب مولانا عبدالوہاب امرتسری اور مولانا عبدالرشید علی سے پڑھیں۔ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی چشتی لاہوری اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے اکتسابِ فیض کیا۔ کانپور جا کر مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء سے بھی استفادہ کیا۔ مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں بھی حاضر رہے۔ قاری عبدالرحمن پانی پتی سے بھی فیض یاب ہوئے۔ مولانا عبدالحق مہاجر مکی سے سند حدیث حاصل کی۔ اور حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے بھی سند حدیث کی۔ آپ نے فضل محمد عبداللہ ٹونگی پروفیسر اور نسیل کالج لاہور سے بھی استفادہ کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد مظہر سہارنپوری (بانی مدرسہ مظہریہ) سے بھی

معلوم تقلید و نقلیہ پڑھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ فقیر محمد المشہور حضرت بابا جی صاحب (چورہ شریف) سے شرفِ بیعت و خلافت حاصل کی۔

آپ نے اشاعت و تبلیغ اسلام کے لیے تمام ہندوستان کا دورہ کیا اور پشاور سے راس کھاری اور کراچی سے رنگون تک تشریف لے گئے۔ غیر مقلدین کے علاوہ آپ نے عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کی ریشہ وادہوں کا مقابلہ کر کے ان کو ناکام کیا۔ ہزار ہا عیسائیوں اور ہندوؤں کو مشرف باسلام کیا۔ شدھی تحریک کے خلاف بھرپور جدوجہد کی۔ مرزائے قادیانی کے باطل دعویٰ کی زبردست تردید کی۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کی خلاف آگرہ میں تبلیغی مرکز قائم کیا۔ دینی مدارس کے ساتھ تعاون اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ سلطان عبدالجید ترکی کی اپیل پر جازریوے فنڈ میں چھ لاکھ روپے جمع کر لئے۔ ایک دفعہ سرزمین عرب میں خط پڑ گیا۔ تو آپ نے ایک لاکھ روپیہ کی رقم ارسال کی۔ شاردا ایکٹ کی منسوخی کے لیے آپ نے بہت کام کیا۔ مجبوراً حکومت کو اس قانون میں ترمیم کرنا پڑی۔ آپ نے فتنہ ارتداد کے قلع قمع کرنے کے لیے علما کے کرام کے بہت سے وفد مختلف مقامات پر بھیجے۔ اور خود بھی ان کے ساتھ رہے۔ لکھا ہے کہ آپ نے تین ماہ میں ۸۶ وفد بھیجے۔

آپ کی سیاسی خدمات بھی بے شمار ہیں۔ تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت سے مسلمانوں کو باخبر کیا۔ تحریک مسجد شہید گنج لاہور ۱۹۳۵ء میں مسلمانان ہند کی رہنمائی کی۔ بادشاہی مسجد لاہور میں لاکھوں کے مجمع سے آپ نے ولولہ انگیز تقریر کی اور امریت کا خطاب پایا۔ ملی گڑھ یونیورسٹی کے قیام پر کئی لاکھ روپیہ چندہ جمع کرایا۔ بادشاہی مسجد لاہور کے اجلاس میں یہ بندہ حقیر پر تقریر بھی شامل تھا۔

تحریک پاکستان کے لیے بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس (بنارس) ۱۹۴۶ء میں بحیثیت سرپرست شامل ہوئے۔ نیز تمام متحدہ ہندوستان کا تحریک پاکستان کی حمایت میں دورہ کیا۔ جلسے کیے اور قائد اعظم محمد علی جناح کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ اس زمانہ میں دیوبندی، اہل حدیث اور دوسرے چوٹی کے نیشنلسٹ

علما نے قائد اعظم اور تحریک پاکستان کی شدید مذمت کی۔ کانگریس کے روپیہ پر ان علما نے ہندوستان کے دور دراز مقامات کا دورہ کیا قائد اعظم پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اور تحریک پاکستان کو ایک غلط اقدام قرار دیا گیا۔ مگر آپ کے مخلصانہ عزائم کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی۔ آپ حضرت قائد اعظم سے کئی دفعہ ملے۔ اور ان کو اپنی اور اپنے مریدوں کی طرف سے مکمل یقین دہانی کرائی۔

حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ کی صدارت فرما رہے تھے کہ علامہ اقبال اگر آپ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ بزرگوں کے قدموں میں بیٹھنا سعادت ہے۔ آپ نے فرمایا: اقبال جس کے قدموں میں ہوا سے اور کیا چاہیے۔ علامہ اقبال نے سب سے پہلے خود اپنی قادری سلسلہ میں بیعت کا ذکر آپ سے کیا تھا۔ آپ کو بھی حضرت علامہ اقبال سے بہت محبت تھی۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ اکثر علامہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

تیری بندہ پروری سے میرے دن گذر رہے ہیں

نہ گم ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

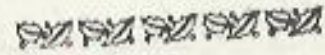
آپ کے اخلاقی حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ بیشمار ہیں۔ تقریباً پچاس مرتبہ حج حرمین الشریفین کی سعادت حاصل کی۔ سینکڑوں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ دینی مدارس کا ملک کے اکثر حصوں میں اجراء کیا۔ ۱۹۴۲ء میں انجمن خدام الصوفیہ لاہور کی بنیاد رکھی۔ ملی پور سیدیا میں آپ نے سنگ مرمر کی ایک نہایت خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ جو مسجد نور کے نام سے مشہور ہے جس زمانہ میں یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی اس پر چھ لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ اس مسجد کے دروازے ضدل کی لکڑی کے اور داخلی دانت سے مرتع ہیں۔ مسجد میں چیت پرویل مچلی کا ۲۱ فٹ لمبا کاٹا خوبصورتی کے لیے لگایا گیا ہے۔

آپ کے عقیدتمندوں میں آغا خلیل کنہی برادر دربار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نادر شاہ شہید والی افغانستان - میر عثمان ملی خان ، نظام حیدر آباد دکن ، قائد ملت
چوہدری غلام عباس - نواب بہادر یار جنگ - سر آغا خان ، نواب وقار الملک ، علامہ سر محمد
اقبال ، قائد اعظم - نواب محمد اسماعیل خاں - وغیرہ ہیں ۔

تفصیلات میں ضرورت پیش - اطاعت مرشد - مرید صادق - یاران طریقت
کے علاوہ کئی ایک قابل قدر مقالہ جات فضیلتِ تہجد اور فضائلِ مدینہ یاد گار ہیں

آپ کا وصال ۲۶ رزی قعدہ ۱۳۷۰ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات
اور جمعہ کی درمیانی شب ملی پورستیاں میں ہوا اور وہاں ہی آپ کا مسند پر انوار
مرجع خلافت ہے ۔



حضرت حاجی پیر حیات محمد نقشبندی

آپ کے آباؤ اجداد سرزمین کشمیر میں بیچ و مارہ کے رہنے والے تھے ۔ ایک
زمانہ میں آپ کے بزرگ وہاں سے سیال کوٹ میں نقل مکانی کر آئے ۔ اور یہاں مستقل
طور پر اقامت گزریں ہو گئے ۔ آپ کے والد کا نام پیر بہار شاہ تھا ۔ آپ کے دادا کشمیر
سے سوہرہ چلے آئے تھے اور وہیں آپ کی وفات ہو گئی اور وہاں کے مقبرہستان
شاہ کے قبرستان میں دفن ہوئے اس موقع پر پیر بہار شاہ نے اپنی رٹائش مستقلاً
سوہرہ میں ہی اختیار کر لی پھر مجاہد اہل دیال سیالکوٹ چلے گئے ۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ نے امیر ملت حضرت حافظ جامت ملی شاہ ملی پوری
سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور بعد ازاں خلافت حاصل کر کے ان کے خلفائے اعظم میں
شامل ہوئے ۔ حضرت امیر ملت آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے ۔ سلسلہ کی تبلیغ کے لیے
آپ پنجاب اور کشمیر کے بے شمار دیہات گئے اور وہاں اس کے فروغ کے لیے کام کیا ۔
آپ کے سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں بہت کام کیا ۔ اور دیہات کے بہت
سے لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ۔ حضرت محدث ملی پوری کے
کشمیر کے تبلیغی دوروں میں اکثر ان کے ہمراہ رہتے تھے اور آپ کے مواعظِ حسنہ کا
کشمیری زبانوں میں ترجمہ کرتے تھے ۔ اکثر اکیلے ہی کشمیر کے تبلیغی دوروں پر جاتے
اور سلوک و ارشاد کی محافل برپا کرتے تھے ۔ آپ کی وعظ و نصیحت سے ہزاروں لوگ

فیض یاب ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کے کثیر السقاہد مرید ہیں۔
 بڑے پرہیزگار۔ شب زندہ دار۔ صاحب کثرت و کرامات بزرگ اور عابد زائد
 بزرگ تھے۔ باطنی علوم میں بحر ذخار تھے۔ جس مجلس میں رونق افروز ہوتے تو
 وہ منور ہو جاتی۔ صاحب اسرار و مکاشفات بزرگ تھے۔
 آپ حج حرمین الشریفین کی سعادت سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔
 خلفاء میں حضرت محمد غزالی احمد فرزند و سجادہ نشین۔ مفتی محمد شفیع خلیفہ کامونکے
 اور پیر محمد صادق نقشبندی لاہوری ہیں۔

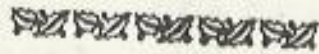
آپ کی اولاد میں پیر محمد غلیل۔ پیر جلیل احمد۔ بشیر احمد اور پیر محمد شریف
 ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد پیر محمد غلیل سجادہ نشین ہوئے۔ جن کی وفات ۱۳۶۲ھ
 مطابق ۱۹۴۲ء، ۱۵ اپریل بروز جمعہ المبارک بوقت بعد از جمعہ ہوئی۔ پیر محمد غلیل
 کی ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی تھی۔ وہ عالم فاضل بزرگ تھے۔ تبلیغ و ارشاد
 میں سرگرم و کوشاں تھے۔

آپ کی وفات ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۴۲ء بروز جمعہ المبارک
 بعد از نماز مغرب سیالکوٹ میں ہوئی۔

آپ کے یارانِ طریقت میں ملک عبدالعزیز کوٹلوی۔ عبدالحکیم احمد نظام الدین
 موٹر سائیکل کے ذریعے ملی پور شریف پہنچے اور حضرت امیر ملت کو آپ کی وفات سے
 مطلع فرمایا۔

حضرت امیر ملت فوراً تشریف لائے اور پنجاب کے دیگر علاقوں سے بھی بزرگ
 تشریف لائے۔ حضرت مولانا ابوالبرکات گادری لاہوری۔ حضرت فقیہ اعظم مولانا
 محمد شریف کوٹلوی۔ مولانا مفتی نور الحسن خطیب جامع مسجد عبدالحکیم۔ مولانا محمد
 یوسف سیالکوٹی۔ مولانا امام الدین مدیریہ ماہنامہ ”انوار الصوفیہ“ مولانا عبدالغنی

خطیب مسجد دو دروازہ اور دیگر علمائے کرام کے علاوہ ہزاروں افراد نے نمازِ حجتانہ
 پڑھی۔ نمازِ جنازہ حضرت امیر ملت نے پڑھائی اور خود بنفس نفیس پیر صاحب کے
 جنازے کو اپنا کندھا دیتے ہوئے قبرستان پہنچے۔ اور اپنے دو بڑے خلیفہ کو دفن
 کرایا۔ جنازہ دوسرے دن چار بجے بعد نماز عصر محلہ کچی مسجد سے اٹھایا
 گیا تھا۔



دورِ مجذوبیت

۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۸ء تک

اس دورِ مجذوبیت میں آپ لاہور کی مختلف آبادیوں میں قیام فرما رہے۔ بانہا پور، سنگھ پورہ، منجھوال وغیرہ آبادیوں میں پھرتے رہے۔ پھر مقبرہ نواب بہادر خان نزد ریلوے چھانگ نمبر، مغلیہ پورہ قیام کیا۔ اس وقت جذب و سکر کا غلبہ تھا۔ تقریباً تیس سال آپ نے اس حالت میں گزاری۔ سردی گرمی سے بے نیاز رہے۔ سخت سردی میں بھی ایک تہ بند میں پڑے رہتے اور نہر میں گھنٹوں پڑے رہتے گرمیوں میں چودہ چودہ گرم کوٹ زیب تن کیے رہتے۔ اور کبھی کبھی کئی کئی دن گڈڑی کپڑے پہنے رہتے۔

ریلوے اور نہروالوں سے تنازعہ

آپ مقبرہ نواب بہادر خان میں کئی سال ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے اور اس مقبرہ کی سب سے اونچی سطح پر رہتے تھے۔ زان بعد شریک کے کنارے نہر کے پاس شہوت کے درخت تلے آگئے۔ وہاں سے ۱۹۶۵ء کی جنگ پاک بھارت کے بعد نہر کی دوسری جانب شیشم کے درخت تلے آگئے اور تا وصال وہیں قیام فرما رہے

اور ایک معمولی سا کچی پکا کمرہ بنوایا۔ جس پر نہروالوں اور ریلوے والوں نے جھگڑا شروع کر دیا۔ مگر ان کی اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ اور آپ کا مستقل مستقر وہاں ہی بنا۔

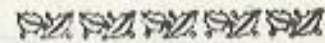
محمد سرفراز، باغبان پورہ لاہور فرماتے ہیں کہ جب نہر کے محکمہ کے افسران نے اس جگہ کے متعلق تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ نہروالوں نے جو نقشہ اس زمین کا پیش کیا ہے وہ ۱۹۲۲ء کا ہے اور اس میں اس متنازعہ جگہ کا اندراج ہی نہیں ہے کیونکہ نہر سے ۱۲۰ فٹ تک اس محکمہ کی جگہ ہوتی ہے اس طرح ریلوے والوں کے پاس ۱۹۲۸ء کا نقشہ تھا۔ اس میں بھی اس جگہ کا اندراج نہیں تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی تصرف باطنی تھا۔ کہ ان محکموں کے پاس اس متنازعہ جگہ کی ملکیت کا کوئی ثبوت ہی نہ نکلا۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے مجاذیب و مجاہدین کا بھی مختصر تذکرہ کر دیا جائے جو یقیناً قارئین کرام کے لیے سودمند ہوگا۔



نادر شاہ شہید والی افغانستان - میر عثمان علی خان ، نظام حیدر آباد دکن ، قائد ملت
چوہدری غلام عباس - نواب بہادر یار جنگ - سر آغا خان ، نواب وقار الملک ، علامہ سر محمد
اقبال ، قائد اعظم - نواب محمد اسماعیل خاں - وغیرہ ہیں ۔

تفصیلات میں ضرورت شیخ - اطاعت مرشد - مرید صادق - یاران طریقت
کے علاوہ کئی ایک قابل قدر مقالہ جات فضیلت تہجد اور فضائل مدینہ یاد گار ہیں
آپ کا وصال ۲۶ رذی قعدہ ۱۲۷۰ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات
اور جمعہ کی درمیانی شب علی پور سیدیاں میں ہوا اور وہاں ہی آپ کا مسکن پرانوار
مرجع خلافت ہے ۔



حضرت حاجی پیر حیات محمد نقشبندی

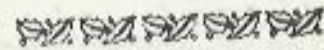
آپ کے آباؤ اجداد سرزمین کشمیر میں بیج و بٹہ کے رہنے والے تھے ۔ ایک
زمانہ میں آپ کے بزرگ وہاں سے سیال کوٹ میں نقل مکانی کر آئے ۔ اور یہاں مستقل
طور پر اقامت گزریں ہو گئے ۔ آپ کے والد کا نام پیر بہادر شاہ تھا ۔ آپ کے دادا کشمیر
سے سوہدرہ چلے آئے تھے اور وہیں آپ کی وفات ہو گئی اور وہاں کے مقبرہستان
شاہ کے قبرستان میں دفن ہوئے اس موقع پر پیر بہادر شاہ نے اپنی رہائش مستقل
سوہدرہ میں ہی اختیار کر لی پھر مجدد اہل و میال سیالکوٹ چلے گئے ۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ نے امیر ملت حضرت حافظ جامت علی شاہ ملی پوری
سے شرف بیعت حاصل کیا اور بعد ازاں خلافت حاصل کر کے ان کے خلفائے اعظم میں
شامل ہوئے ۔ حضرت امیر ملت آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے سلسلہ کی تبلیغ کے لیے
آپ پنجاب اور کشمیر کے بے شمار دیہات گئے اور وہاں اس کے فروغ کے لیے کام کیا ۔
آپ کے سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں بہت کام کیا ۔ اور دیہات کے بہت
سے لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔ حضرت محدث ملی پوری کے
کشمیر کے تبلیغی دوروں میں اکثر ان کے ہمراہ رہتے تھے اور آپ کے مواعظ حسنہ کا
کشمیری زبانوں میں ترجمہ کرتے تھے ۔ اکثر اکیسے ہی کشمیر کے تبلیغی دوروں پر جاتے
اور سلوک و ارشاد کی محافل برپا کرتے تھے ۔ آپ کی وعظ و نصیحت سے ہزاروں لوگ

نادر شاہ شہید والی افغانستان - میر عثمان ملی خان، نظام حیدر آباد دکن، قائد ملت
چوہدری غلام عباس - نواب بہادر یار جنگ - سر آغا خان، نواب وقار الملک، علامہ سر محمد
اقبال، قائد اعظم - نواب محمد اسماعیل خاں - وغیرہ ہیں۔

تفصیلات میں ضرورتِ شیخ - اطاعتِ مرشد - مریدِ صادق - یارانِ طریقت
کے علاوہ کئی ایک قابلِ قدر مقالہ جات تفصیلاتِ تعہد اور فضائلِ مدنیہ یاد گار ہیں

آپ کا وصال ۲۶ رذی قعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات
اور جمعہ کی درمیانی شب ملی پور سیدیاں میں ہوا اور وہاں ہی آپ کا مسکن پرانوار
مرحہ خلافت ہے۔



حضرت حاجی پیر حیات محمد نقشبندی

آپ کے آباؤ اجداد سرزمین کشمیر میں زیچ و ماڑہ کے رہنے والے تھے۔ ایک
زمانہ میں آپ کے بزرگ وہاں سے سیال کوٹ میں نقل مکانی کر آئے۔ اور یہاں مستقل
طور پر اقامت گزریں ہو گئے۔ آپ کے والد کا نام پیر بہار شاہ تھا۔ آپ کے دادا کشمیر
سے سوہرہ چلے آئے تھے اور وہیں آپ کی وفات ہو گئی اور وہاں کے مقبرہستان
شاہ کے قبرستان میں دفن ہوئے اس موقع پر پیر بہار شاہ نے اپنی راءش مستقلاً
سوہرہ میں ہی اختیار کر لی پھر بمبہ اہل و عیال سیال کوٹ چلے گئے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ نے امیر ملت حضرت حافظ جامت ملی شاہ ملی پوری
سے شرفِ بیعت حاصل کیا اور بعد ازاں خلافت حاصل کر کے ان کے خلفائے اعظم میں
شامل ہوئے۔ حضرت امیر ملت آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ سلسلہ کی تبلیغ کے لیے
آپ پنجاب اور کشمیر کے بے شمار دیہات گئے اور وہاں اس کے فروغ کے لیے کام کیا۔
آپ کے سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں بہت کام کیا۔ اور دیہات کے بہت
سے لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ حضرت محمد ملی پوری کے
کشمیر کے تبلیغی دوروں میں اکثر ان کے ہمراہ رہتے تھے اور آپ کے مواعظِ حسنہ کا
کشمیری زبانوں میں ترجمہ کرتے تھے۔ اکثر اکیسے ہی کشمیر کے تبلیغی دوروں پر جاتے
اور سلوک و ارشاد کی محافل برپا کرتے تھے۔ آپ کی وعظ و نصیحت سے ہیشمار لوگ

فیض یاب ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کے کثیر السقا اور مدد ہیں۔

بڑے پرہیزگار۔ شب زندہ دار۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ اور عابد زائد بزرگ تھے۔ باطنی علوم میں سحر ذخار تھے۔ جس مجلس میں رونق افروز ہوتے تو وہ منور ہو جاتی۔ صاحب اسرار و مکاشفات بزرگ تھے۔

آپ حج حرمین الشریفین کی سعادت سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ خلفاء میں حضرت محمد خلیل احمد فرزند و سجادہ نشین۔ مفتی محمد شفیع خطیب کا مونس اور پیر محمد صادق نقشبندی لاہوری ہیں۔

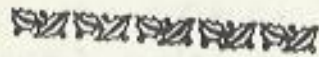
آپ کی اولاد میں پیر محمد خلیل۔ پیر جلیل احمد۔ بشیر احمد اور پیر محمد شریف ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد پیر محمد خلیل سجادہ نشین ہوئے۔ جن کی وفات ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء، ۱۱ اپریل بروز جمعہ المبارک بوقت بعد از جمعہ ہوئی۔ پیر محمد خلیل کی ولادت ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی۔ وہ عالم فاضل بزرگ تھے۔ تبلیغ و ارشاد میں سرگرم و کوشاں تھے۔

آپ کی وفات ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۴۲ء بروز جمعہ المبارک بعد از نماز مغرب سیالکوٹ میں ہوئی۔

آپ کے یارانِ طریقت میں ملک عبدالعزیز کوٹلوی۔ عبدالکریم احمد نظام الدین موٹر سائیکل کے ذریعے علی پور شریف پہنچے اور حضرت امیر ملت کو آپ کی وفات سے مطلع فرمایا۔

حضرت امیر ملت فوراً تشریف لائے اور پنجاب کے دیگر ملاقوں سے بھی بزرگ تشریف لائے۔ حضرت مولانا ابوالبرکات گادری لاہوری۔ حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی۔ مولانا مفتی نور الحسن خطیب جامع مسجد عبدالحکیم۔ مولانا محمد یوسف سیالکوٹی۔ مولانا امام الدین مدیر ماہنامہ ”انوار الصوفیہ“۔ مولانا عبدالغنی

خطیب مسجد دو دروازہ اور دیگر علمائے کرام کے علاوہ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی۔ نماز جنازہ حضرت امیر ملت نے پڑھائی اور خود بنفس نفیس پیر صاحب کے جنازے کو اپنا کندھا دیتے ہوئے قبرستان پہنچے۔ اور اپنے دو بڑے اپنے خلیفہ کو دفن کرایا۔ جنازہ دوسرے دن چار بجے بعد نماز عصر محلہ کچی مسجد سے اٹھایا گیا تھا۔



دورِ مجذوبیت

۱۹۴۸ء سے ۱۹۷۸ء تک

اس دورِ مجذوبیت میں آپ لاہور کی مختلف آبادیوں میں قیام فرما رہے۔ باغبانپور سنگھ پورہ۔ سبھروال وغیرہ آبادیوں میں پھرتے رہے۔ پھر مقبرہ نواب بہادر خان نزد ریلوے پھاٹک نمبر ۷ مغلیہ قیام کیا۔ اس وقت جذب و سرک کا غلبہ تھا۔ تقریباً تیس سال آپ نے اس حالت میں گزارے۔ سردی گرمی سے بے نیاز رہے۔ سخت سردی میں بھی ایک تہ بند میں پڑے رہتے اور نہر میں گھنٹوں پڑے رہتے گرمیوں میں چودہ چودہ گرم کوٹ زیب تن کیے رہتے۔ اور کبھی کبھی کئی دن گدڑی کھل میں پڑے رہتے۔

ریلوے اور نہروالوں سے تنازعہ

آپ مقبرہ نواب بہادر خان میں کئی سال ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے اور اس مقبرہ کی سب سے اونچی سطح پر رہتے تھے۔ رازاں بعد شترک کے کنارے نہر کے پاس شہبوت کے درخت تلے آگئے۔ وہاں سے ۱۹۶۵ء کی جنگ پاک بھارت کے بعد نہر کی دوسری جانب شیشم کے درخت تلے آگئے اور تا وصال وہیں قیام فرما رہے

اور ایک معمولی سا کچا کمرہ بنوایا۔ جس پر نہروالوں اور ریلوے والوں نے جھگڑا شروع کر دیا۔ مگر ان کی اس کامیابی نہ ہو سکی۔ اور آپ کا مستقل مستقر وہاں ہی بنا۔

محمد سرفراز، باغبان پورہ لاہور فرماتے ہیں کہ جب نہر کے ٹکڑے کے افسران نے اس جگہ کے متعلق تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ نہروالوں نے جو نقشہ اس زمین کا پیش کیا ہے وہ ۱۹۲۲ء کا ہے اور اس میں اس تنازعہ جگہ کا اندراج ہی نہیں ہے کیونکہ نہر سے ۱۲۰ فٹ تک اس ٹکڑے کی جگہ ہوتی ہے اس طرح ریلوے والوں کے پاس ۱۹۲۵ء کا نقشہ تھا۔ اس میں بھی اس جگہ کا اندراج نہیں تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خصوصی تصرف باطنی تھا۔ کہ ان ٹکڑوں کے پاس اس تنازعہ جگہ کی ملکیت کا کوئی ثبوت ہی نہ نکلا۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے مجاہد و مجاہدین کا بھی مختصر تذکرہ کر دیا جائے جو یقیناً قارئین کرام کے لیے سودمند ہوگا۔



لاہور کے مجاذیب و مجاہدین

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منکر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوائے باشد

مدینۃ الاولیاء لاہور میں بھی بے شمار مجاذیب و مجاہدین سرور ہیں
گذرے ہیں۔ جن کی تفصیل بہت کم ملتی ہے مگر پھر بھی ہم نے کوشش
کی ہے کہ ان کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے۔



مجاذیب لاہور

عہد سلاطین

پیر ڈھل مجذوب

آپ کا نام نامی سید عبدالعظیم بخاری بتایا جاتا ہے۔ سلسلہ عالیہ سروردیہ میں
حضرت شیخ عبدالجلیل چوہدری کی سروردی لاہوری متوفی ۱۰۵۰ھ کے مرید تھے یہ
دوسری سلاطین کا عہد حکومت تھا آپ مجذوب تھے اور جذب و سر کی حالت میں
رہتے تھے۔ مجذوبوں کی طرح گلیوں، بازاروں اور ویرانوں میں گشت لگایا کرتے تھے
اکثر اوقات آپ اس جگہ پر بیٹھتے تھے جہاں اب آپ کا مزار ہے۔ صاحبِ حقیقۃ الاولیاء
مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کو ایک صاحب کشف و کرامت بزرگ لکھا ہے۔
آپ کا مزار اندرون شہر شاہ عالمی اور مچی دروازہ کے درمیان ڈھل محلہ میں
مرتب خلائق ہے۔ مزار مسجد کمن خان کے غریبی کو چہ نیویں گلی سے جانب
مغرب واقع ہے۔

پیر بھولاؒ مجذوب

آپ بزرگان لاہور میں مسرت جذب دسکر۔ مجذوب اور کشف و کرامت بزرگ تھے۔ سوائے خورد سال بچوں کے آپ کسی سے بھی التفات نہ رکھتے تھے دنیا اور اہل دنیا سے متنفر تھے۔ تندر دنیا زاد و فتوحات ہزاروں روپوں کی تعداد میں آتی۔ مگر آپ سب بچوں میں تقسیم فرما دیتے۔ سارا دن شہر میں گشت کیا کرتے تھے اور بچے جو حق درجہ آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ موجودہ صورت میں آپ کا مزار چوک لوہاری منڈی سے بازار سوتر منڈی کو جائیں تو کوچہ پیر بھولا میں آپ کا مزار ہے۔



مجاذیب لاہور

مغلیہ دور

میاں مونگرؒ مجذوب

آپ کا قیام مدینہ الاولیاء لاہور میں تھا اپنے وقت کے مجذوب اور جذبہ قوی کے مالک تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۴۲ھ اپنی تصنیف "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ میں شیخ حسن بودلہ مجذوب دہلی کے ہمراہ لاہور میں تھا کہ میاں مونگرؒ مجذوب لاہوری ہماری مجلس میں آگیا۔ جب اس کی نگاہ شیخ حسن بودلہ مجذوب پر پڑی تو فرمانے لگے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انھیں ان حضرات سے کیا واسطہ ہے۔ شیخ حسن بودلہ یہ سنتے ہی مجلس سے بھاگ گئے اور اس دن کے بعد ان کو کسی نے لاہور میں نہیں دیکھا۔ اور ہمیں یہ دونوں مجذوب دہلی دروازے تک دوڑتے نظر آئے۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۴۲ھ عہد جمال الدین اکبر میں ہوئی اس وقت گورنر لاہور خان جہاں حسین قلی خان تھا۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح کہی ہے۔

جناب شیخ سرنگر عاشق مست چور در خلد معنی یافت توفیق
چو سال از خالش جست سرور عیاں شد از معنی پیر تحقیق

شیخ یوسف مجذوب

صاحب "اخبار الاخبار" لکھتے ہیں کہ لاہور کے مجذوب تھے بلند قامت موٹے
تازے باہمیت۔ صاحب عظمت اور پابند اوقات تھے۔ سر پر مصافحہ باندھتے اور سر
منڈاتے۔ تھے نیز صاحب کثف اور کشادہ باطن تھے۔ حضرت شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں
کہ میں دہلی سے لاہور آیا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ لاہور کے نحاس (موجودہ نڈا بازار)
میں کھڑے اونچی اونچی باتیں بول رہے تھے اور عجیب و غریب امر اور روز بیان کر
رہے تھے۔ حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انھوں نے میری بہت سی پوشیدہ
باتیں بیان کیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ دوسرے دن میں
ان کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ اپنے منفرد دلی کے لیے ان سے نیک فال لے لوں۔ مگر وہاں
آپ سے ملاقات نہ ہو سکی جب میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آیا تو آپ بھی وہاں
آنکے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہرگز سفر نہ کرنا۔ مبارک نہیں ہے۔ حاضرین
مجلس نے کہا کہ شیخ یوسف کامل بارہ برس کے بعد اس طرف آ رہے ہیں۔ حالانکہ
قبل ازیں وہ کبھی بھی اس طرف نہ آئے تھے۔

مستی مجذوب

لکھا ہے کہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد حکومت میں ایک مست فقیر مجذوب
لاہور میں رہتا تھا جو عموماً شاہی قلعہ لاہور کے گرد و نواح میں گھومتا پھرتا تھا۔ جب
وہ فوت ہو گیا تو اس کو اندرون مستی دروازہ دفن کر دیا گیا آج بھی اس کی قبر
پولیس چوکی مستی دروازہ کے متصل موجود ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مستی دروازہ
کا نام اسی مست فقیر مجذوب کے نام پر مشہور ہوا۔

نامعلوم الاسم مجذوب

حضرت محمد ہاشم کشمیری خلیفہ امام ربانی مجدد الف ثانی اپنی تصنیف "زبدۃ المقامات"
میں لکھتے ہیں کہ جن دنوں مرخیل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت خواجہ محمد باقی بآلہ
دہلوی م سلسلہ لاہور تشریف لائے تھے۔ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ آپ اکثر لاہور
کے قبرستانوں اور ویرانوں میں کسی اہل دل کی تلاش میں پھرا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ
ان کو معلوم ہوا کہ لاہور کے اطراف و جوانب میں ایک گورستان کے قریب ایک
مجذوب رہتا ہے چنانچہ آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ آپ کو دیکھتے ہی بھاگ گیا
آپ جب بھی چلتے تو وہ آپ کو دیکھ کر خود ہی بھاگ جاتا۔ یا آپ کو مار مار کر بھجکا دیتا

مگر آپ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ ایک دن اس مجذوب نے خوش ہو کر آپ کو بلایا اور حصولِ مراد کے لیے دعائیں دیں۔ حضرت خواجہ کو اس کی دعاؤں سے بہت فائدہ حاصل ہوئے۔

منگا مجذوب

یہ مجذوب لاہور شہر میں حضرت شیخ حسن شاہ ولی (حضرت مستوفی) م ۱۶۰۲ء کے وقت تھا۔ حضرت مستوفی کا ایک سیوک صورت سنگھ عاقل تھا جس نے آپ کی حیات کے متعلق ایک منظوم فارسی کتاب لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ صورت سنگھ عاقل کو اس مجذوب سے بے پناہ عقیدت تھی اور اس کے آستانہ پر اکثر حاضری دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس مجذوب کی نشاندہی پر صورت سنگھ کو اس مکان سے ایک دفعہ ملنا تھا وہ لکھتا ہے۔

بحکم منگا مجذوب آمد آن خانہ

مرا بدست بہ قصہ روپیہ پاک عیار

یہ صورت سنگھ عاقل لاہور کے محلہ ٹلہ میں رہا کرتے تھے۔

شیخ کمال مجذوب

حضرت شیخ حسن شاہ ولی المعروف بہ مستوفی م ۱۶۰۲ء جن کا مزار اریٹ روڈ نزدیکی جمعیت سنگھ ہسپتال واقع ہے کے مرید تھے، مجذوب تھے اور ملائیت مشرب رکھتے تھے۔ کثرت سے ہندو اور مسلمان ان کے پاس آتے تھے ان کی خانقاہ میں ہر وقت لنگہ جاری رہتا تھا جہاں سے مسافر اور ان کے مرید کھانا کھاتے تھے لکھا ہے کہ جب نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ لاہور آیا تو وہ شیخ کمال مجذوب کی خانقاہ میں حاضر ہوا تھا اور ان سے ملاقات کی تھی۔

لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ شہزادہ داود بخش عرف بلاتی کو لاہور میں آصف جاہ نے تخت نشین کر دیا ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، تو شیخ کمال نے کہا کہ یہ عارضی دور ہے جلد ہی شاہ جہان تخت نشین ہوگا۔ کچھ دنوں کے بعد آصف جاہ نے شہزادہ داود بخش کو قتل کر دیا اور اپنے داماد شاہ جہان کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔

شیخ کمال مجذوب کی وفات ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۶۲۹ء میں لاہور میں ہوئی۔ مزار کا پتہ نہیں چل سکا۔

حضرت شاہ عبدالحق مجذوب

حضرت شاہ عبدالحق مجذوب قادری حضرت میاں میر قادری فاروقی لاہوری کے مرید تھے۔ آپ مجذوب درویش تھے۔ اکثر لاہور کے قبرستانوں اور ویرانوں میں پھرا کرتے تھے آپ کی کئی ایک کرامات مشہور ہیں۔

لاہور میں ایک شخص بدھو ولد بدھو راکرنا تھا جس نے ایک پڑاوا بنایا جو تھا اور جو اینٹیں اس پڑاوا میں بنتی تھیں وہ اسرا اور وزراء اپنی رفیع الشان عمارات اور حویلیوں کی تعمیر کے لیے خریدتے تھے۔ یہ پڑاوا گرینڈ ٹرنک روڈ پر واقع ہے جو قبرستان بدھو کا آوا اور مقبرہ نواب خان دوران بالمقابل انجینئرنگ یونیورسٹی واقع ہے۔ عہد شاہ جہاں میں نواب علی مردان خان اور نواب غلیل اللہ خان نے اس کو اینٹوں کی سپلائی کا محکمہ دیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالحق مجذوب سر دیو کے موسم میں اس طرف آئے اور وہ پڑاوا پر چلے گئے۔ بھٹکے کے ملازمین نے آپ سے استہزا کیا اور آپ کو آگ کے پاس سے نکال دیا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ اس وقت سے اینٹیں پکنی بند ہو گئیں اور وہ سرخ مہرنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں۔ نتیجتاً بدھو بہت غمگین ہوا۔ جب اس کو اس کا ردائی کا علم ہوا کہ اس کے ملازمین نے ایک مجذوب کو دھکے دیکر نکال دیا ہے۔ تو بدھو اس کی تلاش میں نکلا اور اس کو تلاش کر لیا اس کو گھر لے آیا اور بہت اس کی خدمت کی۔ مجذوب بہت خوش ہوا اور کہا کہ اینٹیں سرخ تو نہ ہوں گی مگر یہ اینٹیں اچھے بھاد پر فروخت ہو جائیں گی چنانچہ یہ تمام بے رنگ اینٹیں شالامار باغ کی بنیادوں کے لیے خرید لی گئیں۔

آپ کی وفات ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۶ء بمقام لاہور ہوئی یہ اورنگ زیب عالمگیر کا عہد حکومت تھا۔ بدھو نے آپ کا مقبرہ موجودہ نہر اپر باری دد آب کے کنارے ریلوے کی کوٹھڑیوں میں گان گراؤنڈ کے پاس بنوا دیا۔ اب مقبرہ سمار ہو چکا ہے اور قبر ایک اونچے چوڑے پر واقع ہے اور گرد بے شمار درخت ہیں اور نیچے ایک نالی نہر سے آ رہی ہے۔ کوٹھڑی نمبر ۵۲ ہے۔ محکمہ ریلوے نے اس مزار کے ارد گرد لوہے کا جنگل لگا دیا ہے۔ کوٹھڑیوں کے اس مزار کے چاروں اطراف میں نہر، مقبرہ حضرت پیر سائیں محمد صادق نقشبندی۔ مقبرہ نواب بہادر خاں آہنی پل ریلوے ٹائن امرتسر مسجد مولوی تاج دین قادری (پرانہ نقاب خانہ) اور گان گراؤنڈ ہے۔

گھن شاہ مجذوب

آپ حضرت طاہر بندگی لاہوری م ۱۲۶۱ھ کے مرید تھے اور مجذوب صاحب کرامت بزرگ تھے۔ مفتی ذرا احمد چشتی اپنی تالیف ”تحقیقات چشتی“ میں لکھتا ہے کہ آپ کا مزار باغیچہ سرکاری تخت نواب غلام حیدر خان میں تھا اب یہ بدھو کے پاس نئی تعمیر شدہ مسجد کے سامنے ہے جہاں پہلے مرسل باغ تھا۔ آپ کی وفات ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں ہوئی اور یہاں دفن ہوئے۔

صابر شاہ مجذوب

آپ حسین شاہ ولد امستاحلال خور کے گھر لاہور میں پیدا ہوئے اس کے دادا اور والد درویش منس بزرگ تھے صابر شاہ نے اس ماحول میں پرورش پائی اس مجذوب پر جذبہ سکری کی حالت زیادہ غالب رہتی تھی۔ مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کے بعد اس نے کچھ عرصہ مشہد شریف میں گزارا اور وہاں اس کی ملاقات احمد شاہ ابدالی سے ہوئی جس کو اس نے ہندوستان کی بادشاہت کی خوشخبری دی۔ جب احمد شاہ ابدالی بادشاہ بنا تو اس کی بہت عزت ہو گئی۔ بعض ایام میں ناٹھان لاہور مرکزی حکومت کے احکام تسلیم نہ کرتے تھے چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے ۱۱۷۴ھ میں صابر شاہ کو دربار لاہور میں سفیر بنا کر بھیجا اس نے لاہور آکر نواب شاہنواز خان ناظم لاہور کی توجہ معاہدہ لاہور کی طرف منعطف کرائی مگر عاقبت اندیش نواب نے اس مجذوب کی جیسا کا یہ گفتگو کے نتیجے میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اس کے گے میں پھنسی ہوئی گرم چاندی ڈالی جس سے اس کی فوری موت واقع ہو گئی۔ جب احمد شاہ ابدالی کو اس کا علم ہوا تو اس نے لاہور پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی شہر کو خوب لوٹا لٹکوں روپے کا خزانہ اور زرو جو اس روٹ کر لے گیا۔

صابر شاہ مجذوب کی وفات ۱۱۷۴ھ مطابق ۱۱۷۴ھ میں ہوئی تھی تو پھر اس کو بادشاہی مسجد کے عقب میں تکیہ صابر شاہ میں دفن کر دیا گیا۔ یہ دربار آج بھی مرجع خلعتی ہے۔

جلال خاموش مجذوب

شہزادہ داراشکوہ قادری م ۱۱۵۹ھ اپنی تالیف "سکینۃ الاولیاء" میں لکھتا ہے: کہ لاہور میں جلال خاموش نامی ایک مجذوب رہتا ہے جو ترک بھریہ و فقریہ میں کامل ہے۔ باطنی علوم کے حصول میں حضرت بی بی جمال خاتون ہمیشہ حضرت میاں میر قادری فاروقی لاہوری نے بھی ان سے فیضان پایا ہے کھانا ہے کہ اگر کوئی حاجت مند حضرت بی بی جمال خاتون کے پاس اپنی حاجت روائی کے لیے آتا تو آپ مجذوب مذکور کی قبر پر جا کر توجہ فرماتیں اور حاجت مند کے حق میں دعا فرماتیں۔ جس سے اس کی مراد پوری ہو جاتی۔

حضرت شاہ عبداللہ مجذوب

آپ صاحب جذب و سکر اور کامل بزرگ تھے ان کا زمانہ عبدالکبر و جہانگیر بتایا جاتا ہے۔ آپ حضرت شیخ شہباز (بھوگیوال) کے معاصر تھے۔ پہلے یہ جگہ نہایت دیران تھی۔ مگر اب اس کی مرمت کروادی گئی ہے۔

لاہور میں رہتے تھے۔ درویش مجذوب تھے۔ آپ کا مزار ایک بلند وسیع و عریض ٹیلے پر واقع ہے جس کے ساتھ قبرستان ہے یہ مزار پیر شیخ شہباز سے بھوگیوال کی

طرف آئیں تو گلی کی ٹکڑ پر واقع ہے۔

شیخ محمد سلطان مرگ نیتی مجذوب

آپ کے مرشد شیخ سعدی شاہ نے آپ کو مرگ نیتی یعنی آموختہ دالے کا خطاب دیا تھا۔ صاحب جذب و سکر و عشق و محبت مجذوب تھے۔
وفات ۹ شوال المکرم ۱۱۵۵ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۷۹۵ء کو لاہور میں ہوئی۔
گڑھو شاہ میں ریلوے کے اونچے پل کے نزدیک کوٹھیوں میں ایک قبرستان میں آپ کا مزار ہے اس وقت نواب بھلی خان ناظم لاہور تھا۔

حضرت فتح شاہ سرمست لاہوری

آپ کے والد سوداگر اسپاں تھے۔ ان کے گھر اولاد نہ ہوتی تھی تو وہ حضرت شیخ بریل شاہ مبرا الہی کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے آپ ان کی ہی دعا سے پیدا ہوئے۔

آپ کی بیعت سلسلہ شطاریہ میں حضرت بریل شاہ مبرا الہی سے تھی مگر تربیت ان کے خلیفہ حضرت شاہ عبداللطیف بریل پوری سے پائی اور ان کی توجہ سے دل کامل

آپ ہمیشہ مست رہتے اور کلام کم کیا کرتے تھے۔ بعالم مستی بریل پور اکثر فرمایا کرتے تھے ان کا یہ سلسلہ حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی سے حضرت شاہ محمد غوث گوالیارسی تک پہنچا ہے جب لاہور آئے تو اکثر دریا کے کنارے گشت کیا کرتے تھے۔ جنگلوں، دیوانوں اور بیابانوں میں پھر کرتے تھے اور اکثر اوقات دریا کے رومی میں مشغول عبادت رہا کرتے تھے۔

آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ ایک دن روشن شاہ کو توال لاہور دریا کے رادی کے کنارے سیر کے لیے گیا۔ تو اس نے آپ کو دیاں مصروف مجاہدہ دیکھا تو اس کا دل چاہا کہ وہ بھی اس طرح عبادت کرے چنانچہ وہ آپ کا مرید بن گیا ایک دن آپ نے روشن شاہ کے بدن پر لسی اور صابون گھول کر اس کے جسم پر ڈال دیا جس سے اس کے بدن کی کھال ادھر گئی۔ آپ نے اس کا اضطراب دیکھ کر توجہ فرمائی جس سے اس کا بدن صحیح سالم ہو گیا۔

ایک دن آپ نے روشن شاہ کو ایک خشک ٹکڑی دی اور فرمایا کہ اس کو زمین میں گاڑ دو۔ چنانچہ اس نے جب وہ خشک ٹکڑی زمین میں گاڑی تو چند دن کے بعد وہ خشک ٹکڑی سرسبز ہو کر بڑھنے لگی۔ اس درخت بننا کو جنرل ادی طویل نے اکھاڑ دیا تھا۔

آپ کی وفات ۱۱۵۵ھ مطابق ۲۸ شوال لاہور میں ہجری ۱۱۵۵ھ سال ہوئی اور مزار خانقاہ فتنہ شاہ نزد بدھو کا آدمین بنا۔ یہ مکان روشن شاہ کو توال لاہور نے بنوا کر دیا تھا جس کو جنرل ادی طویل جنرل ہمارا جرنیل سینگھ نے بعد درختان دیوان کو دیا۔ حضرت فتح شاہ سرمست کے کئی ایک خلفاء تھے ان کی خانقاہ کے ساتھ بیالیس بجگہ زمین مزرعوہ وغیر مزرعوہ عبد شاہان سلف سے معافی تھی۔ نواب ذکریا خان المعروف خان بہادر ناظم لاہور۔ دیوان دلا رام۔ خوشوقت رائے رگوہر سنگھ

اور دیوان کا جلی مل نائب صوبہ لاہور ان کے ارادت مند تھے۔

حضرت سید عبد اللہ مجذوب قادری نمشاہی

آپ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری کے فرزند بتائے جاتے ہیں اور حضرت نوشہ گنج بخش کے مرید۔ ان کے والد لاہور کے صوبیدار تھے اور ان کی رہائش بھی لاہور میں تھی ان کے محلات، باغات بھی ہیں تھے۔ انھوں نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔ اس مسجد میں ایک دفعہ آپ کے پیرو مرشد معیاران طریقت تشریف لائے تھے اور یہیں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ پہلے شاہی منصبدار تھے پھر مجذوب ہو گئے اور تارک الدنیا ہوئے مفتی غلام سرور لاہور نے اپنی تالیف ”خزینۃ الصغاء“ میں آپ کی تاریخ وفات ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۵ء لکھی ہے اور مدفن لاہور تحریر کیا ہے جو کہ فرخ میر بادشاہ ہندوستان کا عہد حکومت تھا۔ پنجاب کا حاکم نواب عبدالصمد خان دلیر جنگ ناظم لاہور تھا۔

پیر زہدی مجذوب

آپ لاہور کے ایک مجذوب فیقر تھے اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شیخ سعدی بخاری

نقشبندی متوفی ۹۹۶ھ سے فرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔ نام وجہ الدین تھا۔ پھر اپنے پیرو مرشد کی وفات کے بعد سلسلہ سروردیہ میں حضرت شیخ جان محمد سروردی ناہی مہشتا سے فیض و برکات حاصل کیے۔

مولوی نور احمد چشتی مصنف ”تحقیقات چشتی“ نے لکھا ہے کہ آپ شہر لاہور میں گشت کیا کرتے تھے اور جو کمرے زمین پر گرے ہوئے ہوتے تھے ان کو صاف کر کے کھا جاتے تھے۔

ایک وقت آپ ممالک اسلامیہ کی سیر و میامت کے لیے نکلے تو مکہ معظمہ مدینہ منورہ نجف اشرف کربلائے معلیٰ بیت المقدس اور بغداد شریف کے علاوہ دیگر بلاد اسلامیہ میں بھی گئے اور بے شمار شیوخ وقت سے فیض حاصل کیا چشتیہ صابریہ سلسلہ میں حضرت میران شاہ جھیکہ چشتی صابری سے فرقہ حاصل کیا۔ جب لاہور تشریف لائے تو حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری م ۱۲۲۹ھ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں کلاہ حاصل کیا۔

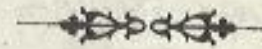
زہد و ورع۔ ریاضت و عبادت اور مجاہدہ میں بے نظیر تھے اور اس وجہ سے لوگ ان کو پیر زہدی کہتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء لاہور میں ہوئی۔ ان آیام میں نواب عبدالصمد خان دلیر جنگ ناظم لاہور تھا۔ آپ کو میانی قبرستان میں دفن کیا گیا آپ کے مرقہ متور پر گنبد تھا۔ جو امتداد زمانہ سے گم چکا ہے۔ آپ کے مزار پر لوگ ٹمکیں اڑھ شیریں روٹیاں بطور نیاز لے کر جاتے ہیں۔

شاہ بخاری مجذوب

آپ محمد شاہ رنگیلام ۱۱۸۸ھ کے عہد حکومت میں لاہور میں مجذوب گزرے ہیں صاحب جذب و سکر اور ولی کامل تھے آپ اغلباً اسی زمانہ میں بخارا سے لاہور تشریف لائے تھے۔ صاحب کرامات و خوارقِ بزرگ بتائے جاتے ہیں۔

آپ کی وفات ۶ صفر المنظر ۱۱۸۵ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں باغبان پورہ لاہور میں ہوئی تھی۔ جہاں مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری صوبیدار لاہور کی حویلیاں اور باغ تھے۔ وفات کے وقت خان بہادر نواب ذریا خان ناظم لاہور تھے۔ موجودہ صورت میں مزار ایک چوکھنڈی میں بغیر سقف کے ہے۔ یہ جگہ نیلا گنبد اور کالا برج کے مابین واقع ہے۔ اور محمد گنج گلی نمبر ۶۵ اور صدیق سٹریٹ گلی نمبر ۵۵ کے مقابل اتصال پر ہے۔ اس کے ساتھ ایک وسیع میدان ہے۔ چوکھنڈی میں داخل ہونے کے لیے جانب شرق ایک کھڑکی ہے۔



عہدِ سکھان

معصوم شاہ مجذوب

لاہور میں صاحب جذب مجذوب تھے۔ ان کی کئی ایک کرامات و خوارقِ مشہور ہیں۔ اپنے اجاب سے بے معنی گفتگو کرتے تھے۔ جذب و استغراق کی کیفیت طاری ہوتی۔ تو مدتوں خاموش رہتے اور کسی کی طرف بنگاہِ التفات نہ فرماتے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز رہتے۔ ہمیشہ اپنے سامنے آگ روشن رکھتے ان کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ محلہ سید پٹھان میں ایک پرانی حویلی کے دروازے پر بیٹھا کرتے تھے اس کو کوچہ طاقاں والا بھی کہا جاتا ہے۔ آپ بارہ سال تک اس دروازے کی دہلیز پر ڈیرہ جاملے بیٹھے رہے اور کڑیاں جلا کر آگ روشن کی۔ یہ آگ کڑی کی دہلیز کے ساتھ جلتی رہتی۔ مگر دہلیز کو نقصان نہیں پہنچا کرتا تھا۔

مرتضیٰ غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک ہندو ضعیف عورت کشتیہ کاری کے کپڑے لیے اس دروازے کے سامنے سے گزری۔ حضرت معصوم شاہ اٹھے اور کپڑے چھین کر آگ میں ڈال دیئے۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے جل گئے۔ ضعیفہ روتی پڑتی گھر چلی گئی۔ اگلے روز اس نے نور محمد مندر سے اپنا حال زار بیان کیا مندر وار مذکور کو سمجھنے لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اس کے متعلق کہا کہ یہ غریب عورت محنت مزدوری کر کے کام کرتی ہے آپ نے اس کے کپڑے آگ میں ڈال کر

جلاد بیٹے۔ آپ نے کہا کہ میں نے کپڑے ہلائے تو نہیں۔ ان کو آگ میں اس لیے پھینک دیا تھا کہ کشیدہ کاری میں جو غلطی رہ گئی ہے ٹھیک ہو جائے۔ آپ اٹھنے دیکھتے ہوئے انگارے ایک طرف ہٹائے اور تمام کپڑے صبح سلامت نکال کر اس عورت کے حوالے کر دیئے۔

آج بھی اس جگہ ”مقبریاں معصوم شاہ“ موجود ہیں۔ جہاں نشان بطور یادگار بنا دیا گیا ہے۔ موجودہ صورت میں یہ مقبریاں مسجد چٹولیاں سے آگے ایک مکان کے نیچے بربل مشرک زیارت گاہ عوام و خواص ہیں۔ اس پر سنگ مرمر کی ایک لمبی تختی پر تحریر ہے ”وقف شدہ مقبریاں حضرت معصوم شاہ صاحب“۔ مقبریاں تین ہیں۔ اور ان کے اوپر ایک چھوٹا سا سبز گنبد ہے۔ فرش سنگ مرمر کا ہے جگہ صرف چند فٹ ہے۔ آپ کی وفات ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۵ء عبد ہماراجہ رنجیت سنگھ میں ہوئی۔ اور نوہاری دروازہ کے باہر آپ کو دفن کیا گیا۔ چھریہ جگہ تک یہ معصوم شاہ کہلانے لگی۔ قبر کا موجودہ نشان مکی مسجد انارکلی بازار میں ہے۔

تاریخ وفات اس طرح ہے ۱۔

آں شاہ کون و مکان معصوم شاہ
سال وصل او چو جستم از فرد
بود ذاتش طائب مطلوب عشق
گفت لے سرور۔ بگو مجذوب عشق

مستقیم شاہ مجذوب

آپ ایک روشن ضمیر فقیر۔ صاحب سکر۔ مذب و محبت کے مالک مجذوب تھے

لاہور کے مضافات فیض پور خوروں میں حجام کی دکان کرتے تھے ایک واقعہ نے ان کی زندگی ہی بدل دی۔ ہوا یوں کہ ایک دن آپ ایک زمیندار کی حجامت بنانے اس کے کھیتوں میں گئے۔ آپ حجامت بنانے میں مشغول تھے کہ ایک فقیر قلندرانہ انداز میں دہان آپنچا۔ اس نے کہا مستقیم! میں پیاسا ہوں۔ مجھے پانی کا ایک پیالہ پلا دو۔ آپ اٹھے اور پانی لاکر فقیر کو پلا دیا۔ پانی ٹھنڈا تھا فقیر خوش ہو گیا اور مستقیم کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہ پڑنے ہی مستقیم شاہ تڑپے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو تارک الدنیا ہو گئے۔ اور باقی عمر حذب وستی میں گزار دی۔

ایک اور واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ فیض پور کا سکھ حاکم عطر سنگھ نے شیشم کا ایک بڑا درخت کٹوایا۔ اور اسے چھکڑے پر لاد کر لاہور لانے کا ارادہ کیا سارے گاؤں کے لوگ جمع کیے گئے مگر وہ لکڑی ان سے اٹھا کر چھکڑے پر نہ لادی جاسکی۔ اسی اثناء میں میان مستقیم اس طرف آنکے اور ان کو مشکل میں دیکھ کر فرمایا تم لوگ ہٹ جاؤ میں اکیلا ہی اس کو اٹھا کر چھکڑے پر رکھ دوں گا۔

چنانچہ اس نے بڑی آسانی سے لکڑی اٹھائی اور گاڑی پر رکھ دی۔ اس دن آپ کا راز افشا ہو گیا اور لوگ آپ کو عقیدتمندی سے دیکھتے۔

آپ کی وفات ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۵ء عبد ہماراجہ رنجیت سنگھ میں ہوئی اور مزار فیض پور خوروں شرف پور روڈ پر واقع ہے۔

رحمان شاہ مجذوب

فضل شاہ قادری نور شاہی مجذوب آپ کا مرید تھا۔ مرشدی سلسلہ حضرت

پیر محمد سچیا ر خلیفہ ارجمند حضرت نوشہ گنج بخش تک پہنچا ہے۔ مولوی نور احمد چشتی اپنی تصنیف "تحقیقات چشتی" میں لکھتا ہے کہ بعد از وفات رحمان شاہ مجذوب کی قبر کٹرہ شالی کو یاں اندرون شہر میں تھی۔
وفات ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔

تاج شاہ مجذوب

یہ مسرت المست فقیر درویش اور مجذوب لاہور شہر کی گلیوں اور بازاروں میں پھرا کرتا تھا اکثر جنگلوں اور دیروں میں بھی نکل جاتا۔ کشف کے ذریعے بعض غائبانہ اسرار بھی بیان کرتے تھے۔ استغراق اور مستی میں کھانے پینے کا پتہ نہ چلتا تھا۔ اگر کوئی کھانا سامنے رکھ دیتا تو کھا لیتے ورنہ کئی کئی دن فاقہ مست رہتے تھے آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔

جس دن رنجیت سنگھ مرا اس دن آپ گلیوں بازاروں میں کہہ رہے تھے کہ اب یہ حکومت صرف نو سال تک قائم رہے گی پھر فرنگی حاکم ہو جائیں گے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آپ کو اپنے ایام مرض الموت میں بلایا اور صحت کے لیے کہا۔ آپ نے کہا سب کو مرنا ہے جس طرح تیرا اور میرا باپ مر گیا ہے تو بھی مرنے والا ہے۔ چند دن کی کڑی تیری چتا کے لیے لانی چاہیے۔ یہ سن کر رنجیت سنگھ بہت پریشان ہوا۔ لکھا ہے کہ جب تلخ شاہ قلعہ سے نکلے تو رنجیت سنگھ مر گیا۔
رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد جس طرح سکھ سردار قتل ہوئے اور ان کی حکومت

ختم ہوئی۔ اس سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ مہاراجہ کٹرک سنگھ۔ مہاراجہ شیر سنگھ۔ کنور نونال سنگھ۔ راجہ دھیان سنگھ۔ وزیر اعظم راجہ سوچیت سنگھ۔ راجہ بہر سنگھ۔ راجہ جواہر سنگھ۔ سردار ان سندھانوالیہ۔ اجیت سنگھ اور دیگر نامی گرامی سکھ سردار آپس میں ہی دکر قتل ہوئے۔ مہر گھیشا بھی قتل کیا گیا۔ پنڈت جلا بھی مارا گیا اور فقیر عزیز الدین کی وفات بھی اسی سال ۱۸۴۵ء ہوئی۔
آپ کی وفات ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں ہوئی اور چیمبر لین روڈ (موجودہ خواجہ فیروز دین روڈ) پرانی سبزی منڈی کے پاس برلبر سڑک پر قبر بنی۔
تاریخ وفات اس طرح ہے۔

بود تاج شاہ عارفان
مشہر شد جا بجا مر مست عشق
سال رحیلش چو جسم از خود
گفت مادی ہر مر مست عشق

ایک دوسری تاریخ وفات اس طرح ہے۔

رفت از دنیا چو درخند بریں شیخ تاج شاہ پیر راہنا
مست مجذوبے بگو تاریخ او نیز عاشق مست کامل را

جلے شاہ مجذوب

آپ مر مست جذب واستغراق تھے۔ ایسے ذو معنی الفاظ بولتے۔ جن کی

سمجھ نہ آتی تھی۔ دیرانوں، بیابانوں، قبرستانوں اور جنگلوں میں گھومنا پھرتے تھے۔ کسی کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے نفرت کرتے تھے۔ سر پر بھاری پگڑی پہنتے۔ رانٹش کے لیے کوئی کٹیا نہ تھی۔ لاہور شہر کے اندر بھی پھرا کرتے تھے۔ لاہور میں کافی عرصہ مقیم رہے۔ سیالکوٹ کا ایک مفلس آدمی آپ کی دعا و برکت سے امیر کبیر بن گیا اور آغا شاہ نواز خاں رحیم سیالکوٹ کے نام سے مشہور ہوا۔

آپ کی وفات ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں سکھوں کے زوال کے زمانہ میں ہوئی آپ کا نگینہ بیرون بھائی دروازہ ہے۔ مزار موضع کوٹلی ضلع سیالکوٹ میں ہے جو سیالکوٹ سے دو تین میل کے فاصلے پر جانب جنوب واقع ہے۔

مائی بھاگی مجذوبہ

یہ مجذوبہ علاقہ ٹہلہ کے موضع سنگھ تارو کی رہنے والی تھی۔ جس زمانہ میں پنجاب میں اڑھائی سیرا قحط پڑا۔ یہ اپنی ماں جیہیاں بہنت لوگوں کے ساتھ جو پہاڑوں سے آرہے تھے۔ اس تسر ملی گئی۔ وہاں اس کی والدہ فوت ہو گئی۔ بعد بارہ سال یہ لاہور چلی آئی۔ اور اندرون دہلی دروازہ کچنی بن بیٹھی۔ عالم جوانی اور حسن خداداد تھا بے شمار لوگ فریفتہ ہو گئے اس کے علاوہ اس نے شراب کی دودھ کانیں کر لیں۔ ایک اندرون دہلی دروازہ دوسری شاہ عالمی۔ جس سے وہ بہت مالدار ہو گئی۔ چونکہ حسینہ مشکید اور جمیلہ تھی۔ بہت سے عیاش اور آوارہ لوگ اس شمع کے پروانے بنے۔

اس پیشہ سے اس نے بہت روپیہ کمایا۔

ایک دفعہ ایک مرد خدا ذوالفقار نامی اس کے پاس آیا اور شراب کا پیالہ طلب کیا اس نے بھر دیا۔ ذوالفقار نے ایک گھونٹ خود پیا۔ اور باقی اس کے حوالے کر دیا کہ پی لے۔ شراب کا بقیہ پیالہ پیتے ہی وہ مجذوب ہو گئی۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ تمام زیورات اور کچھینک دیا۔ گھر کا تمام اثاثہ لٹا دیا۔ اور ایک پرانی گودڑی لے کر کبری دروازہ کے باہر میدان میں قیام پذیر ہوئی۔ حالت جذب و استغراق میں جو زبان سے کہتی وقوع پذیر ہوتا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اس کا بے حد معتمد تھا۔ اگرچہ یہ اس کو گایا دیتی وہ مگر اس کا بچپانہ چھوڑتا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ مہاراجہ نے جب اس کے متعلق سنا تو پانچ سو روپیہ لے کر اس کے پاس آیا۔ چونکہ وہ اپنے پاس آنے والوں کو اینٹیں مارتی تھی۔ اس لیے مہاراجہ بھی کئی بار اینٹیں کھا کر اس کے آگے بھاگے پھرتے۔ جب مہاراجہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم اور راجہ سوچیت سنگھ اس کو مہاراجہ کے پاس شاہی قلعہ میں لانے کے لیے گئے اور بہت سائق و جنس نذرانہ دیا۔ مگر وہ ان کے ساتھ نہ گئی۔ آخر مہاراجہ کھڑک سنگھ اس کو اپنے ہمراہ لائے اور وہ گیارہ روز تک سرکار کے پاس رہی۔ اس دوران مہاراجہ کو کچھ آرام ہوا۔ تو اس کے شکریہ میں ایک حویلی بصر ف کثیر مائی بھاگی کو بنوا دی۔ اب تو ہر شخص اس کے پاس آنے لگا۔ گنگارام پڈت بھی ہر روز اس کے پاس آنے لگا۔ ایک روز اس کی زبان سے نکلا کہ جا دربار میں دیوانی کا کام کر میرے پیچھے کیوں پڑا ہے؟ پس اسی روز سے اس کو دیوانی کا کام مل گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم، راجہ سوچیت سنگھ، پڈت گنگارام، راجہ دینا ناتھ شہزادگان اور سرداران سندھانوالیہ وغیرہ کی بھی اس کے پاس بہت آمد و رفت تھی آخری عمر میں اس کو عمارت بنوانے کا بہت شوق ہوا۔ تو اس نے کئی ایک عمارت بھی

تقریر کرائیں۔ حویلی مائی بھاگی کوٹ خواجہ سعید میں واقع تھی۔

مائی بھاگی مجذوبہ کی وفات ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۵۰ء میں ہوئی اس کی
قبر تیزاب احاطہ اور چاہ میراں کے درمیان طبعہ عظیم شاہ کے قریب بنی۔ مگر اب یہ
قبر مفقود ہے۔ یہ ٹیکہ راجہ وینا نامتھ نے بنوایا تھا۔

شاہ سفر مجذوب

خان بہادر مولوی محمد شفیع پرنسپل اور نیٹیل کالج لاہور نے اپنی تالیف
”اولیائے فقور“ میں اولیائے لاہور کے ضمن میں آپ کا تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے
ہیں کہ آپ مجذوب تھے اور ان کی قبر دریائے راوی کی طرف ہے۔

بابا گاندی شاہ مجذوب

آپ داروغہ خاندان کے ایک صاحب جذب و سکر درویش تھے داروغہ والا
میں رہتے تھے جہاں ان کے آباؤ اجداد کو شاہان مغلیہ کی طرف سے جاگیرات عطا
تھیں۔ آپ عہدہ مکھن سے تعلق رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ جب بہاراجہ شیر سنگھ
اور اس کے لڑکے اجیت سنگھ کا قتل بارہ درہی شاہ بناؤں قادری (کوٹ خواجہ سعید)

میں ہوا تھا۔
اس وقت آپ طفولیت کے عالم میں تھے۔
آپ کی وفات عہد انگریزی میں ہوئی اور ٹیکہ گاندی شاہ مزار بنایا۔ مقبرہ
کا رنگ سبز ہے۔

۴۔ دلوں کو بخش گئے ہیں قرار کی دولت

کو گزارنے والے



انگریزوں کا زمانہ

فقیر نظام شاہ مجذوب

نظام شاہ مجذوب سکھوں کے عہد حکومت کے آخر اور انگریزوں کے اوائل عہد میں لاہور میں موجود تھا۔ عام طور پر کوچہ بازار میں گھوما پھرتے تھے۔ شراب پیتے اور مست رہتے۔ منشیات کھاتے اور مدحوش رہتے، حالت سکر اور استغراق میں رہتے تھے ولایت اور کرامت کا ملکہ کے مالک تھے۔ اپنے زمانہ کے نبض شناس اور حساس فقیر تھے۔ بے پناہ مخلوق ان کی عقیدت مند تھی۔ کبھی کبھی دزدیوں کا کام بھی کرتے تھے۔ مگر ان تمام باتوں کے علاوہ کشفِ کُتوب کے مالک تھے۔ جو ملتا غریبوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے بے شمار کرامات مشہور ہیں۔

جس دن لاہور میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وزیر راجہ ہیرا سنگھ سپہ راجہ دھیان سنگھ قتل ہوا تو اس دن عید الاضحیٰ تھی۔ علی الصبح نظام شاہ مجذوب لاہور میں مسجد محلہ رادھوں میں تشریف لائے اور تمام نمازیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ پرانی صفیں الٹ دو اور نئی صفیں بچھا دو۔ چنانچہ دوپہر سے پہلے ہی یہ خبر لاہور میں عام ہو گئی کہ ہیرا سنگھ ۲۱ دسمبر ۱۸۵۳ء کو مجہ پٹت جہاں قتل کر دیا گیا ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری مصنف ”خزینۃ الاصفیاء“ کا بیان ہے کہ مجھے ایک بار غسل کی حاجت تھی اور کتاب ہاتھ میں تھا مے مسجد موران میں مولوی غلام اللہ کے پاس

پہنچا۔ میرا ارادہ تھا کہ وہاں غسل کر لوں اور وہاں ہی نماز فجر ادا کر لوں گا پھر سبق پڑھ لوں گا جب مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ نظام شاہ نماز فجر سے قبل ہی چراغ کی روشنی میں ایک کتاب پڑھ رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی نظام شاہ اپنی جگہ سے اٹھا میری گردن پر ایک گھونسا مارا اور چلا کر کہا بے ادب غسل کی حالت میں مسجد میں آئے ہو۔ میں نے استاد کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور غسل خانے کی طرف چلا گیا۔ غسل کے بعد نماز ادا کی۔

جن ایام میں سکھوں سے انگریزوں نے حکومت چھین لی تو ان دنوں نظام شاہ میانی قبرستان میں رہائش پذیر تھا اور وہاں ایک کمرہ میں رہتا تھا۔ جس میں ایک کڑی کی زنجیر جے کاٹھ کتے ہیں، تیار کی۔ ایک دن ایک جوگی جولاہور میں گداگری کرتا تھا، پکڑا اور اس کو اس کاٹھ میں جکڑ دیا۔ یہ جوگی سارادن جکڑا رہا، آزاد ہوا تو انگریزی عدالت میں جس بے جا کا مقدمہ کر دیا۔ ڈپٹی کمشنر لاہور نے خدا بخش کو قوال کر حکم دیا کہ نظام شاہ کو پیش کیا جائے تاکہ وہ جواب دہی پیش کریں۔ خدا بخش کو قوال خود حاضر ہوا کہ بندہ آپ کا عقیدہ مند ہے مگر سرکار کا حکم ہے اس لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا بابا ہم ان ظالمی حکمرانوں کی عدالت میں حاضری دینے سے معذور ہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا چاہتے ہیں اگر آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہ بلایا تو کون ہم آپ کے حاکم کے سامنے پیش ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی دن آپ کی وفات ہو گئی۔

آپ کی وفات ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں ہوئی۔ بے شمار خلقت خدا آپ کے جنازہ میں شریک تھی اور میانی قبرستان میں ہی دفن کیا گیا۔ آپ کی تجہیز و تکفین کا انتظام لاہور کے مشہور ٹھیکیدار میاں محمد سلطان نے کیا تھا۔ اور قبر نواب شیخ امام الدین خاں سابق گورنر کشمیر نے بنوائی۔ موجودہ صورت میں آپ کی قبر تکیہ نظام شاہ میں ہے اس کے بالمقابل باغیچہ سید چراغ شاہ چشتی ہے۔ اس کے متصل شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف مصنف سبھی آف لاہور کی قبر ہے تکیہ میں مسجد اور حجرے بھی ہیں۔

تاریخ وفات اس طرح ہے :-

عاشق حق نظام شاہ جہاں
چوں برفت از جہاں بخت پیوست
سال مجذوب پیر خواں ستائش
ہم بدان عاشق ازل مرست

فصل "شاہ مجذوب"

آپ سید پور تحصیل ظفر وال ضلع سیالکوٹ کے باشندے تھے۔ عہد سکھوں میں لاہور آئے تو ایک مسجد میں امامت کرنے لگے۔ بعد ازاں مینک سلازی کا پیشہ اختیار کر لیا اور جب حضرت شاہ رحمان قادری نوشاہی لاہور آئے تو ان سے بیعت کر لی جو حضرت پیر محمد سچیا در سے ہو کر حضرت نوشہ گنج بخش تک جاتا ہے کچھ عرصہ بعد مجذوب ہو گئے، تو جہاں راجہ رنجیت سنگھ، سکھ سردار اور ہندو امراء کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ سینکڑوں روپے نذرانہ آتے۔ جوان کا جوان سال بیٹا بلند شاہ اٹھا کر لے جاتا پھر یہ کیفیت ہوئی کہ مجذوبی حالت میں گلی کوچوں میں بسا اوقات لوگوں کو گالیاں دیتے راجہ وینا ناتھ آپ کا بہت معتقد تھا انھوں نے اس کے پاس ایک منشی جیون داس مقرر کر رکھا تھا کہ وہ اس کی کہی ہوئی باتیں لکھ کر راجہ کو روزانہ پیش کرے۔ راجہ نے بیرون سستی دروازہ اس کے لیے ایک عالی شان مکان بھی بنوایا تھا۔ جو آج بھی سیرنپل باغ میں واقع ہے۔ راجہ وینا ناتھ تو تقریباً ہر روز آپ کی خدمت میں حاضری دیتا

نذرانہ پیش کرتا مگر آپ قبول نہ فرماتے اور مجذوبانہ حالت میں راجہ کو گالیاں دیتے پتھر اٹھا کر مارتے۔ مگر راجہ ناراض ہونے کی بجائے مجذوب کی اس پر کر مٹھرائی تصور کرتا۔

آپ کی وفات ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۸۵۴ء عہد اوائل انگریزوں میں ہوئی۔ اور سیرنپل باغ بیرون سستی دروازہ اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے راجہ وینا ناتھ اور دیگر سکھ سرداران کے جنازے پر حاضر ہوئے اور قیمتی پوشاے سب نے لاش پر ڈالے جب تک راجہ وینا ناتھ زندہ رہا وہ اس کا سالانہ عرس دھوم دھام سے کرتا رہا۔

مستان شاہ مجذوب

یہ فقیر لاہور کے شہر اور مضافات کے گلی کوچوں، دیرانوں اور بیابانوں میں سرپا برہنہ پھرتے تھے۔ مجذوبانہ باکمال اور مرستان صاحب حال بزرگوں میں سے تھے۔ تبارک الدنیا، مستغنی المزاج تھے۔ دنیا اور دین دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا سخت سردیوں میں ایک بھورے (کبل) میں ہی گزراوقات فرماتے۔ مگر کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتے۔ لوگ نذرانے پیش کرتے۔ مگر آپ ان کی طرف ایک آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ اور ضرورت مند حضرات خود ہی اٹھا کر لے جاتے۔ اگر بچ جاتے تو خود اٹھا کر لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ بعض اوقات برتن ساز کالوں کے پاس چلے جاتے اور بٹی کے برتن بننے دیکھتے رہتے۔ اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ انھوں نے خود برتن سازی شروع کر دی۔ اور اس خوبصورتی سے برتن بناتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے

خود ہی باتیں کرتے رہتے۔ جو دوسروں کی سمجھ سے بالاتر ہوتیں۔ ایک بات کو دس بار تکرار کرتے جاتے بھوک ستاتی تو درختوں کے پتوں پر اکتفا کرتے مولوی نور احمد چشتی مصنف "تحقیقات چشتی" لکھتا ہے کہ وہ ان کو دیکھتا رہا ہے جسم فربہ ہے شاہ عالمی دروازہ کے پاس ہمیشہ بیٹھے رہا کرتے تھے۔ خزانہ مہاراجہ سے ان کو ایک روپیہ یومیہ ملتا تھا۔ بڑے بڑے سکھ سردار آپ کے پاس حاضر ہوتے مگر آپ ان کی طرف نظر انتقاات نہ فرماتے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بذات خود اکثر حاضر ہوتا۔ سینکڑوں روپیہ نذرانہ پیش کرتا۔ مگر آپ اس کی طرف دیکھتے تک نہ تھے بلکہ گالیاں دیتے تھے۔

آپ سے بے شمار کرامات و خوارق ظہور پذیر ہوئیں۔

مفتی غلام سرور لاہوری ایک دفعہ مرنگ سے اندرون شہر کی طرف آ رہا تھا، جب وہ حضرت شاہ اسماعیل محدث بخاری کے مزار کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپ عین شُرک (بال رد) کے درمیان تنگے بیٹھے ہیں کئی لوگ وہاں جمع تھے۔ آپ یکدم اٹھ کر چاہ وایتاں والے کی طرف گئے کنوئیں سے ایک ٹنڈا تھری چند اینٹیں جمع کر کے چولہا بنایا اور اوپر ٹنڈر کھڑی۔ پھر پالک کا ساگ توڑا اور اس میں ڈال دیا خشک کڑیاں جمع کر کے چولہے میں بھیں اور آگ لگا دی۔ ایک تالی ماری تو آگ بھڑک اٹھی پھر ایک اینٹ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا کہ بھاگ جاؤ۔ یہاں کیا دیکھ رہے ہو۔

مفتی غلام سرور لاہوری مزید لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور شیخ دہاب الدین لاہوری شہر سے باہر ایک ریت کے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت میں بھوک لگی تھی مگر کھانے کو کچھ نہ تھا۔ یکدم ہم نے دیکھا کہ مستان شاہ چلے آ رہے ہیں ہم نے اس سے اپنی بھوک کا ذکر کیا تو اس نے ہاتھ اٹھایا اور غائب سے چند روٹیاں بکڑ کر

ہمارے حوالے کر دیں جب ہم نے کھانا شروع کیا۔ تو دیکھا کہ یہ روٹیاں روغنی بھی تھیں اور گرم بھی۔

ایک بار مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایک مصاحب امام شاہ امرتسر میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے عزیز آپ کے پاس دعا کے لیے پہنچے آپ نے ان کو تسلی دی، خدا کا کرنا اس دن اس کو امرتسر سے رہا کر دیا گیا پھر یومیہ وظیفہ بھی مقرر کر دیا گیا۔

مفتی غلام سرور لاہوری اپنی تصنیف "مدلیقۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کو دعوت پر سوار کر کے قلعہ کی طرف لا رہا تھا کہ آپ نے راستے میں باغی پر سے پھلانگ لگا دی۔

آپ کی وفات ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں ہوئی۔ یہ انگریزوں کی حکومت کا اوائل عہد تھا۔ مزار قبرستان میانی صاحب میں تکیہ نظام شاہ میں ایک اونچے چوڑے پر واقع ہے۔

تاریخ وفات اس طرح ہے:-

چواڑ دینا بہ فروس بری رفت شہ مستان حق دیوانہ عشق
بہ سال ارمثال آن شہر دیں بگو مائل ولی مستان عشق

سید سید محمود آغا مجذوب

حضرت سید سید محمود آغا نقشبندی حضرت میر جان کا بلی نقشبندی از اولاد حضرت خواجہ غاوند محمود نقشبندی المعروف بہ حضرت ایشان کے برادر خورد تھے

اور اپنے بھائی کی تلاش میں کشمیر ہوتے ہوئے مدینۃ الاولیاء لاہور تشریف لائے۔
خانقاہ عالیہ حضرت ایشان بیگم پورہ میں دونوں بھائیوں کی ایک مدت کے بعد ملاقات
ہوئی۔ پھر آپ شالاماریاں میں شاہی حمام کے قریب بروج میں اقامت گزیں
ہوئے مگر انگریز حکام کے تنگ کرنے پر آپ روضہ حضرت ایشان میں اپنے بڑا کبر
کے پاس آگئے۔ پھر امرتسر چلے گئے مگر محوڑے ہی عرصہ کے بعد واپس اسی جگہ
آگئے۔ آپ مجذوب اور مادر زاد ولی اللہ تھے۔ فارسی میں شعر بھی کہتے تھے اور
ترک تخلص کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں ہوئی اور مقبرہ حضرت ایشان
بیگم پورہ کے باہر دفن ہوئے۔ آپ لا ولد تھے۔

بلند شاہ مجذوب

بلند شاہ حضرت فضل شاہ مجذوب قادری نوشاہی کا بیٹا تھا کھاسبہ کہ جب
راجہ دینا ناتھ بلند شاہ کے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نذرانہ پیش کرتا۔ تو یہ روپے
لے لیتا۔ راجہ مذکور اس کی سواری کے لیے عمدہ عمدہ گھوڑے اور پہننے کو عمدہ عمدہ قیمتی پوشاکیں
اور دوسرے دوسرے طلائی کمرے و کنکھ دالا وغیرہ لاتا۔ راجہ کی وفات کے بعد بلند شاہ
نہایت مغلس و قلاش ہو گیا یہاں تک کہ سب جوہریاں اور مکانات فروخت کر کے مر گیا۔
اس کی وفات ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں ہوئی اور اپنے والد کی قبر کے پاس مدفون ہوا

مکھن شاہ مجذوب

مکھن شاہ مجذوب حضرت حافظ احمد دین سہروردی المتوفی ۱۲۸۵ھ سہارنشین
خانقاہ عالیہ حضرت میاں وڈا سہروردی ہوا ہے اور اس خانقاہ میں رہتا ہے۔ سارا
دن گیلوں، کوچروں اور بازاروں میں گشت کرتا رہتا تھا۔ مجذوب اور مسرت المست
بزرگ تھے وفات کے بعد ان کو اسی خانقاہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

ایک مجذوبہ

ترجمان حقیقت علامہ سر محمد اقبال م ۱۹۲۸ء اپنے ایک خط بنام مہاراجہ کشن پر شاہ
وزیر اعظم ریاست حیدر آباد دکن لکھتے ہیں کہ کتاب "شاد اقبال" میں موجود ہے
یہ خط علامہ موصوف نے ۷ مارچ ۱۹۱۱ء کو لاہور سے لکھا تھا۔ لکھتے ہیں :-
"آج کل لاہور میں سلطان کی سرائے (کنڈ بازار) میں ایک مجذوبہ نے بہت
لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رکھا ہے کسی روزانہ کی خدمت میں جانے کا قصد ہے۔"

مولوی عبد اللہ مجذوب

مولوی فیروز دین چشتی نظامی م ۱۹۶۹ء مالک فیروز سنز اپنی تصنیف "جہاد زندگی" میں لکھتے ہیں۔ کہ مولوی عبد اللہ لاہور کے رہنے والے اور ایک عالم فاضل شخص تھے۔ خدا جانے کیا سوا کہ مجذوب ہو گئے اکثر ایک ٹیلی چادر میں رٹا کرتے تھے سب کے سامنے پشاپ پافانہ کر دیتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص کوئی پیش کرتا تو اس میں سے تھوڑا سا کچھ کر باقی زمین پر پھینک دیتے۔ مولوی فیروز دین لکھتے ہیں کہ میں بھی دو تین دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور میں نے دیکھا کہ جو سوال میرے دل میں ہوتا وہ بغیر پوچھے اس کا جواب دے دیتے تھے۔



زمانہ پاکستان

عظیم شاہ مجذوب

ادائیل عبد انگیز میں یہ مجذوب لاہور میں رٹا کرتے تھے۔ پہلے یہ فوج میں گھڑسوار تھے اور پانچ ہفتہ رٹا کر گراؤنڈ سٹیڈیم میں پھر آکرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر یہ آگے انگیز آگئے اس سٹیڈیم کے پاس اس زمانہ میں ایک بڑا دھوا تھا۔ قاضی لاہور شیخ امام دین کو بھانسی کا حکم ہوا اور اس کو ناحق پر بٹھا کر پریڈ میں لے جا رہے تھے کہ یکدم ایک طرف سے سائیں عظیم شاہ آتے دکھائی دیئے۔ قاضی نے آپ کو دیکھ کر فریاد کی۔ قرآپ نے فرمایا کہ تم کو کوئی بھانسی نہیں دے سکتا۔ جب ان کو بھانسی پر لٹکا یا گیا تو ایک طرف سے سائیں سوار آئے اور قاضی کی رٹائی کا پروانہ لائے۔ چنانچہ آپ کو رٹا کر دیا گیا۔ بعد ازاں گڑھی شاہو اگر خانقاہ حضرت جان محمد مصوری میں رہنے لگے اور بعد از وفات یہیں دفن ہوئے۔

سائیں شیر محمد مجذوب

آپ کا مزار بیرون موچی دروازہ برابر بٹرک سرکل روڈ ایک قدیم بڑے درخت کے

نیچے ہے۔ حضرت میاں جیل احمد شرقپوری کا کہنا ہے کہ پہلے آپ کو مصری شاد کے ریلوے کے پل کے پاس دیکھا گیا تھا۔ پھر اس مقام پر آگئے اور درخت کے نیچے کھڑے رہتے تھے، عموماً تنگے رہتے یا ایک لنگوٹی زیر تن کرتے۔ راقم الحروف نے بھی آپ کو دیکھا ہے۔ بہت سی عورتیں وہاں آتی تھیں۔ جو آتا۔ لوگ اٹھا کر لے جاتے تھے۔

آپ کی وفات ۵ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ ہوئی اور اس درخت کے نیچے دفن ہوئے۔

گڈی سائیں مجذوب

لاہور میں یہ مجذوب لمبا چڑھنے لگیوں بازاروں میں گشت کرتے پھرتے تھے عام طور پر شاہی قلعہ لاہور کے گرد و نواح میں پھرا کرتے تھے۔ ہر وقت گڈی (ککوس) اور ڈور سے دل بہلایا کرتے تھے۔ اکثر سٹے باز لوگ ہر وقت ان کے ارد گرد پھرا کرتے تھے۔ اور نمبر پوچھا کرتے تھے۔ گڈی سائیں کے نام ان کے متعلق سوال و جواب تھا۔

وفات ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں ہوئی اور شاہی قلعہ لاہور کی مشرقی دیوار کے بالمقابل اور مسجد بیگم شاہی کے جانبِ غرب دفن کیا گیا۔ اب یہ گڈی سائیں کے نام سے مشہور ہے ان کی قبر پر ہر وقت گڈیوں کی چادر تھی رہتی ہے۔

اس وقت میرے خیال کا جواب ہے۔

دیر کا والے مجذوب

دیر کا ایک نارحہ و لیٹرن ریلوے کا سٹیشن تھا جو جملہ سے امرتسر آتے ہوئے راستہ میں واقع ہے اس ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پختہ ٹرک بھی آتی ہے جس پر دیر کا پاس آپ شیشم کے ایک درخت تلے کھڑے رہا کرتے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل جب مولف کتاب بڈا بنالہ سے جانب لاہور آتا تو راستہ میں آپ کی زیارت ہو جایا کرتی تھی آپ سالہا سال تک اسی شیشم کے درخت تلے کھڑے رہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو ”ٹاٹی سائیں“ کہا جاتا ہے۔ بے شمار خلقِ خدا آپ کی خدمت میں آکر فیضِ یاب ہوئی اور دور دراز مقامات سے بھی لوگ نذرانے لیکر آتے مگر آپ گائیاں دیتے پھر بھی لوگوں کی کثرت کم نہ ہوئی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد آپ کو دہان سسلاپور لایا گیا اور مصطفیٰ آباد (دھرم پورہ) کی سڑکیوں میں رہنے لگے اور وہاں ہی وفات پائی۔ ایک رات قیام کیا۔ جب آپ کچھ میں آپ کا نام شیخ محمد دین قادری بتایا جاتا ہے۔ آپ آدمی آپ کے ساتھ گروا گیا۔

وفات ۸ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۵۲ء میں ہوئی، اور وہیں دفن ہوئے۔ یہی تودہ آدمی آپ کو دیکھنے کے لیے سجدے کے اندر گیا اور دیکھا کہ آپ وہاں ہیں وہ گھبراہٹ میں میرزا محمد علی آگیا اس نے کہا کہ بابا اندر نہیں ہیں چنانچہ دونوں سجدے کے اندر گئے اور دیکھا کہ آپ کچھ میں ہی موجود ہیں۔

سید غلام محمد رنگیلا مجذوب

ولادت ۱۸۹۲ء میں ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوئی جب لاہور آئے تو فکندہ طریق
مقا۔ کچھ عرصہ جی۔ ٹی روڈ ریوے کوادڑوں میں رہے پھر میاں میر آبادی میں آگئے۔
بعد ازاں ڈاکٹر غلام نعیم الدین کے گھر واقع گڑھی شاہو میں عرصہ ۲۵ سال رہے۔ آپ
مجذوب تھے بے شمار دنیا آپ۔ سے فیضیاب ہوئی۔

آپ کی وفات ۲ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء بروز پیر وقت
عصر فجر ۹۰ سال ہوئی۔ آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کا نہایت عالی شان مقبرہ
قبرستان عوام الناس حضرت میا میر قادری فاروقی میں تعمیر کرایا۔ مقبرہ ۱۹۶۲ء میں
پایہ تکمیل کو پہنچا۔ سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔

سائیں مجنوں مجذوب

راحم الحروف نے آپ کو کئی مرتبہ قبرستان میانی میں دیکھا ہے ان کے ارد گرد
بہت سے لوگ بیٹھے رہتے تھے۔ تقریباً بیس سال یہاں ہی قیام فرما رہے ہوئے
نہیں تھے۔ معتقدین کہتے تھے کہ ان کو چپ کا روزہ ہے۔ اگر ضرورت محسوس کرتے

تو کاغذ پر لکھ کر جواب دیا کرتے تھے۔ آپ کریوں کا سالن بہت پسند کرتے
تھے انھوں نے ساری عمر ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔

آپ کی وفات ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۸ء قبرستان میانی میں ہوئی اور مقبرہ
گیلانیال پیر نظام الدین بودیا نوالی کے متصل ایک دوسری چار دیواری میں واقع
ہے ہر سال عرس نہایت دھوم دھام سے انعقاد پذیر ہوا کرتا ہے۔

صوفی مقبول احمد مجذوب

حضرت صوفی مقبول احمد مجذوب ایسی چٹانوں جو سرسند شریف سے دو میل کے
فاصلے پر ہیں پیدا ہوئے بچپن سے ہی آپ کی طبیعت مجاہدت اور ریاضات کی
طرف مائل تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت اسماعیل بندگی کے مزارات مقدسات
پر مدتوں چڑھ کشتی کرتے رہے۔ آپ کے پروم شد بابا رؤف شاہ تھے۔ قیام پاکستان
کے بعد بائیس سال تک مبین روڈ پر کوٹھی گردھاری لال میں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی
میں ہر وقت پڑے رہتے تھے۔ اور اپنے ساتھ ایک قرآن مجید رکھتے تھے جو ماحتمد آتا
اس سے کھڑکی سے بات کرتے۔ مستورات کثرت سے جاتی تھیں۔

آپ کی وفات ۸ شوال المکرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۶۹ء بمبر ۶۰ سالہ سی
معمولی کوٹھڑی میں ہوئی اور مقبرہ قبرستان میانی میں بنا۔ جو ایک ادب نگے چوہترے
پر واقع ہے مرقہ پر سنگ مرمر کی لوح پر یہ تحریر ہے۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایک نعبہ وایک نستعین۔ اعلیٰ حضرت صوفی مقبول احمد“

ولی المعروف مسین روڈ والے صوفی جی بستی چھاناں - ریاست ٹیپالہ -
مقبرہ سنگ مرمر کے ایک بلند چوترے پر واقع ہے۔ تعویذ قبر بھی سنگ مرمر سے
منزین ہے۔ چھت اور دیواروں کو نفیس ترین اور رنگ برنگ کے دیدہ زیب شیشوں
سے آراستہ کیا گیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی شیش محل میں داخل ہو گئے ہیں

سائیں قادر بخش مجذوب

سرطان علی احمد خاں کا کہنا ہے کہ آپ داتا دربار کے باہر رہتے تھے۔ آپ
لامہور کے باشندہ تھے۔ سالانہ عرس کے موقع پر آپ خانقاہ حضرت ملا حوالا حسین
قادری چلے جاتے تھے۔ جو درانے یا فتوحات آتے وہ سب سے پہلے کتوں کو ڈالتے
تھے اور باقی حاضرین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ نہایت معنی، نجف الجنتہ اور کمزور تھے
کسی کا سوال نہ سنتے تھے بلکہ عموماً خود ہی باتیں کرتے رہتے تھے۔ کئی شہ والے اور
ریس کھیلنے والے لوگ آتے تھے۔ ریوے سٹیم گڑھی شاہو کے قریب ایک قدیم
بڑ کا درخت تھا جس کے سایہ تلے تقریباً پندرہ سال قیام فرما رہے۔ آپ کی وفات
۱۹۶۹ء میں ہوئی اور قبرستان مسافر خانہ گڑھی شاہو میں مدفون ہوئے اس وقت
آپ کی عمر تقریباً ۵۰ سال تھی۔ حکیم روح اللہ قادری اکثر آپ کے پاس جاتے تھے
آپ سینہ الزماں تھے۔ اور فرمایا کہ میں آپ کے (میرے) گاؤں بانا پتا ہوں

عید محمد مجذوب

عید محمد مجذوب المعروف عید و سائیں سنہ ۱۹۶۷ء تک دربار حضرت داتا صاحب
میں رہے۔ جہاں موجودہ صورت میں ایڈمنسٹریٹر اوقاف داتا صاحب کا دفتر ہے،
وہاں بیٹھے تھے۔ اکثر حالت سکڑیں رہتے تھے جب کبھی بولتے اپنی مرضی سے بولتے
تھے۔ اور کسی کی طرف کم متوجہ ہوتے تھے۔

جب عالم صومیں ہوتے تو چند جملے بولتے تھے جس کا مطلب حاضرین اپنی اپنی
عقل کے مطابق نکال لیتے تھے۔ نہایت خوبصورت تھے، روشن آنکھیں، کشادہ پیشانی
اور لمبے بال تھے۔ وفات کی تاریخ کا پتہ نہیں چل سکا۔ عمر بوقت وفات تقریباً ۸۰ سال
تھی۔ وفات کے بعد قبرستان میانی میں دفن ہوئے۔ سردار علی احمد خاں نے آپ کو دیکھا ہے۔

بابا مٹھو کر والا مجذوب

قلندری سلسلہ کے اس مجذوب کو چنگا پیر بھی کہا جاتا ہے۔ بڑے بابرکت
اور پُر فیض بزرگ تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

آپ کی وفات سنہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں ہوئی مقبرہ قبرستان عقب آبادی

شاد باغ میں مرجع خلافت ہے آپ کے متقل ایک اور قلندرانہ طریق کے مجذوب سید محمد علی جالندھری المشہور بہ بابا بوٹا سائیں کی قبر ہے۔ ان کا وصال ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۷۲ء میں ہوا تھا۔

آپ کے متعلق محمد حنیف قریشی ایزدی ایک کتاب بنام ”گلستان قلندر“ تحریر کر رہے ہیں۔

سائیں غلام حمید مجذوب

آپ رڑہ تیلیاں نکلیاں والی گلی چوٹے منڈی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں چندے بیگم شاہی مسجد لاہور میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی جب بڑے ہوئے تو درزیوں کا پیشہ اپنایا۔ شادی کے بعد آپ تارک الدنیا ہو گئے اور جنگلوں ویرانوں میں بھیرنے لگے اور چار سال تک صحراؤں میں گزرتے رہے۔ ایک دن حیدر آباد سندھ میں بھیر رہے تھے۔ کہ آپ کا کوئی شناسا آپ کو لاہور لے آیا۔ یہاں آکر مستی دروازہ کی گھائی پر ڈیرہ لگا لیا۔ ۱۹۶۵ء میں یہاں سے کٹر منڈی چلے گئے ۱۹۶۶ء میں اقبال پارک کے باہر برب مرٹک ڈیرہ جمایا۔ آپ یہاں سے شالہ مار باغ تک کاچکر لگا یا کرتے تھے۔ بڑے صاحب تعارف بزرگ تھے اس لیے خلق کا جھوم آپ کی طرف ہو گیا۔ بڑے صاحب جذب و استغراق مجذوب تھے۔ اکثر اوقات یوں ہوتا کہ آئیو لے کو اس کے دل کی بات پہلے ہی کہہ دیتے۔ سوتے بہت کم تھے آخری عمر میں گھومنا بھیرنا بند کر دیا اور قبلہ رخ ہو کر اس مقام پر تصور الہی میں گم سم بیٹھے رہتے۔ شدید گرمی۔ شدید سردی اور بارش کی آپ کو

مطلقاً پرواہ نہ تھی۔ اور یہ چیزیں آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھیں۔ آپ کی وفات ۱۳۹۲ھ مطابق ۳ مارچ ۱۹۷۳ء بروز جمعہ المبارک صبح ۶ بجے ہوئی اور بالمقابل شاہی قلعہ برب مرٹک نزد پٹرول پمپ آپ کو دفن کیا گیا۔ اب نہایت عالی شان مقبرہ تعمیر ہو چکا ہے ساتھ ہی مسجد بھی ہے۔ مقبرہ زیر نگرانی محکمہ اوقاف ہے۔

صوفی دین محمد مجذوب

اندرون دہلی دروازہ رستہ تھے۔ ساری عمر مجرّد حالت میں گذاری۔ بچوں کی نہایت شفقت سے پیش آتے تھے جو تدرانہ آتا وہ ان میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اکثر بزرگان لاہور کے ملاقات بالخصوص داتا دربار حاضری دیتے تھے۔ جمال دین بہپوان م ۱۹۷۵ء آپ کا بے حد معتقد تھا۔ سابق گورنر جنرل ملک غلام محمد سے آپ کی بے تکلفی تھی۔ اگر قرآن پاک پڑھتے تو سارا دن پڑھتے رہتے اگر ناپتے تو کئی کئی گھنٹے ناچتے اور سارا دن جو منہ میں آتا کہتے رہتے بے شمار بوڑھے مراد و مستورات آپ کے پاس جاتے تھے کافی عرصہ گزری شاہو میں گذارا بازار میں نوٹ بھیرتے رہتے اکثر مقبرہ حضرت سید صوف میں کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ مزامیر کے ساتھ گانا سنتے اور رقص بھی کرتے۔

آپ کی وفات ۹ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۲ جون ۱۹۶۶ء بروز اتوار ہوئی اور مزار گلی میں اندرون دہلی دروازہ نزد امام باڑہ الف شاہ بنا جو بابو محمد گلزار سیں ڈی او پی ڈیو ڈی کی زیر نگرانی تعمیر ہوا۔

چھتری والی سرکار مجذوب

نام سلامت علی کشمیری مجذوب ہے ابتداءً دریاٹے راوی کے کنارے ذخیرہ میں ڈیرہ ڈالا۔ اور کامل بارہ سال اس دیرانے میں قیام فرمایا۔ کیونکہ آپ تنہائی بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ پھر چوک مصری شاہ جامع مسجد کے باہر ایک دکان کے छٹڑہ پر قیام فرمایا۔ یہاں بھی بارہ تیرہ برس کے قیام کے بعد بڈھادر پارسا نقل مکانا بنا یا اور بابا کلی والی سرکار کے نام سے مشہور ہوئے۔ بے شمار دنیا آپ کے گرد جمع ہونے لگی۔ سرانے والے کی پانی اور چائے سے تواضع کرتے اور کسی کو خالی نہ جانے دیتے۔ پھر یہ لنگر مستقل حیثیت اختیار کر گیا جو نذرانہ آتا وہ حاضرین میں تقسیم کر دیا جاتا اور آپ بالکل اس طرح رہتے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ اور مجذوب تھے۔ تمام عقلمندی طریق پر گزاری۔

آپ کی وفات ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعرات پانچ بجے شام ہوئی اور وہیں دفن کیے گئے۔ اب آپ کے معتقدین نے لاکھوں روپے خرچ کر کے آپ کا نہایت عالی شان مقبرہ تعمیر کر دیا ہے۔ لوح مزار اس طرح ہے:-
”جناب حضرت سید صوفی سلامت علی شاہ رشی قادری قطب زمان المعروف بابا چھتری والی سرکار“

سائیں محمد عالمگیر مجذوب

یہ مجذوب تقریباً عرصہ چالیس سال پاگل خانہ میں رہا۔ مزنگ کارہنے والا تھا۔ سائیں محمد عالمگیر سائیں مجنوں میانی والوں کا فیض یافتہ تھا اکثر اس سے ایسی باتیں اور کام سرزد ہو جاتے جس سے لوگ بہت متاثر تھے ان کی بے شمار کرامات بیان کی جاتی ہیں۔ مستجاب الدعوات تھے ان کا سالانہ عرس محمد افتخار مزنگوی کرتا ہے۔ وفات ۱۲۹۴ھ میں ہوئی اور مزار قبرستان میانی میں جنازہ گاہ میں راستے میں دائیں طرف واقع ہے۔

مائی بھاگی مجذوبہ

یہ مجذوبہ نہایت خاموش الطبع تھی۔ ننگے پاؤں اور ننگے سر رہا کرتی تھی اس کا رو کا معمول قبرستان میانی سے مقبرہ حضرت شاہ جمال تنگ پیدل جانا تھا۔ رات بھر حضرت شاہ جمال میں بسر کرتی اور پھر سفر شروع کر دیتی۔ سردار علی احمد خاں کا بیان ہے کہ وہ بہت کم کسی سے گفتگو کرتی تھی۔ اگر کوئی چلتے چلتے دعا کی فرمائش کرتا تو اس کیلئے دعا کر دیتی تھی۔ بچوں سے نہایت شفقت سے پیش آیا کرتی تھی اور جو کچھ ہوتا وہ

ان میں تقسیم کر دیا کرتی تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ مستجاب الدعوات تھی۔
اس کی وفات تقریباً ۱۹۶۵ء میں بعمر ۵۶ سال ہوئی اور قبرستان میانی میں
دفن کی گئی۔ اس کا جنازہ بہت بڑا ہوا۔

بابا غلام رسول مجذوب

بابا غلام رسول المعروف بہ بٹیاں والی سرکار بھی مجذوب تھے۔ حضرت میاں
جیل احمد شرقپوری کا کہنا ہے کہ ان کو سائیں نور محمد عرف نور انجیرے والا بھی کہا جاتا
تھا۔ یہ مجذوب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی کے سنے والوں میں سے تھا
اس کے کلام کو عام آدمی نہ سمجھ سکتا تھا۔ موسم گرما میں صرف دھوٹی پہنتا تھا۔
۲۵ نومبر ۱۹۶۳ء کو ان کی وفات ہوئی اور مسجد شیر ربانی بیرون بھائی دروازہ
نزدیک نیو سپرل بڈرو میں دفن ہوئے۔

غلام قادر مجذوب

مولوی مظفر اقبال خطیب جامع مسجد محمد ستیاں اندرون کسالی دروازہ ابن
حضرت مفتی غلام جان بڑاروی قادری لاہوری م ۱۹۵۹ء کا کہنا ہے کہ اس مجذوب کی

گشت کسالی دروازہ سے لوہاری دروازہ تک تھی اور رٹائش بادشاہی مسجد کے
قدیم حجروں میں جہاں اب ٹٹیاں بن گئی ہیں میں تھی اس کو ہالی تان کے معرض وجود
میں آنے کے چھ سات سال بعد تک دیکھا گیا پھر ایسے غائب ہوئے کہ نہ دیکھے گئے
آپ کسی سے مہکلام نہ جوتے تھے اور گرمیوں میں سات آٹھ کوٹ پہنتے تھے اور
اوپر کپڑے رکھتے تھے، ننگے پاؤں رہتے تھے۔



دوسرا سفر ہندوستان

یہ سفر آپ نے ۱۹۸۱ء میں کیا۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے مریدین بھی تھے۔ بالخصوص شیخ محمد اقبال۔

دہلی

حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی چشتی، حضرت سید نظام الدینؒ اولیاء چشتی، حضرت شیخ نصیر الدین چلڑی دہلی، اور سرخیل سلسلہ عالیہ نقشبند حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مزارات مقدسہ پر حاضری دی۔ اور وہاں سے فیضان حاصل کیا مزار حضرت امیر خسروؒ پر بھی فاتحہ خوانی کی۔

آپ کا پاسپورٹ نمبر ۶۴۲۸۳۲ ۸۵ ۱۹۸۱ء تھا جس پر آپ کا نام محمد صادق ناشکی ولد عبدالواحد تحریر ہے۔

اجمیر شریف

خواجہ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری کے شہر میں آپ آٹھ دن قیام فرما رہے۔ انا ساگر اور تارا گڑھ بھی دیکھا۔ اجمیر شریف سے گیارہ میل دور پہاڑوں کی پہلی طرف ایک جگہ ہے جہاں راجہ جے پال نے کوہننگر لگایا تھا۔ جہاں ہر روز ایک

مسلمان کو کوہن میں پڑا میں جاتا تھا۔ کوہن بھی دیکھا۔ راجہ مذکور مسلمان کے خون سے تنک لگا کر ناشتہ کرتا تھا۔ اور چربی سے دیا جلاتا تھا۔ اس سفر میں یہ لوگ شامل تھے۔ شیخ محمد اقبال۔ محمد اقبال شاہ۔

منظفر نگر

یہاں بھی گئے

سہارن پور

سہارن پور بھی تشریف لے گئے۔

امر تسر

یہاں بھی قیام کیا۔



پاکستان میں سیر و سیاحت

پاکستان میں آپ کراچی - حیدرآباد - سکھر - سیون شریف - پاکپتن شریف - چن پیر - مائی باپ - حضرت سلطان باہو - حضرت بری امام - گجرات - چوہاسین - شاہ وغیرہ مقامات میں تشریف لے گئے۔

لاہور

حضرت داتا گنج بخشؒ کے روضہ عالیہ کی سڑھیوں پر کئی سال پڑے رہے حضرت میاں میر قادری کے روضہ پر بھی گئے۔ لاہور کی کئی ایک آبادیوں میں قیام کیا۔

شورکوٹ

حضرت سلطان باہو کے روضہ عالیہ پر حاضر ہوئے یہ مرید ساتھ تھے۔ حامد نصیر محمد اقبال - اقبال احمد شاہ - حاجی محمد افضل - حاجی محمد مشتاق - ضیاء پهلوان وغیرہ ساتھ تھے۔

گجرات

حضرت شاہ دولہ دریاٹی سہروردی بھی حاضری دی۔ حضرت سائیں کانوالوالی مہاراجا

وزیر آباد

خود فرماتے تھے کہ میں نے ایک مسجد وزیر آباد میں بنوائی مکمل ہونے پر اس مسجد کے امام کی تختی ایک شخص لکھوا کر لایا جس پر میرا نام اس طرح لکھا تھا "حاجی محمد صادق" میں نے کہا میں نے حج تو نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ جب میں حج کرنے گیا تھا تو میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا۔

نورپور شاہاں

یہاں حضرت امام بڑی لطیف کے مزار منور پر حاضری دی۔ کار میں گئے سفر میں شیخ محمد اقبال، حاجی محمد افضل، صوفی نذر محی الدین وغیرہ شامل تھے۔

چوہاسین شاہ

صوفی نذر محی الدین - محمد اقبال اور حاجی افضل شریک سفر تھے اور حاضری دی اس موقع پر مکمل بس کرایہ پر لی گئی تھی۔

سیالکوٹ

حضرت امام علی الغنی چشتیؒ کے روضہ پر حاضر ہوئے اس موقع پر محمد یونس شاد باغ ساتھ تھا اور یہ مرید بھی تھے۔ شیر حسین - صوفی نذر محی الدین - شیخ محمد اقبال۔

اس سفر میں مکمل بس کرایہ پر حاصل کی گئی تھی۔

سیون شریف

یہاں حضرت لال شہباز قلندر کے روضہ عالیہ پر حاضر ہوتے رہے یہ مرید شامل تھے۔ بشیر حسین۔ بشیر احمد، صوفی نذر محی الدین۔ محمد اقبال۔ محمد اقبال شاہ۔ ضیاء الدین پہلوان۔ محمد شریف اور رستم وغیرہ ۲۵ آدمی ہم سفر تھے۔

ملتان

حضرت بہاؤ الدینؒ ذکر یا ملتان فی سہروردی حضرت شاہ رکن الدینؒ رکن عالم اور حضرت شمس تبریزیؒ کے روضوں پر حاضری دی۔

کوئٹہ

کوئٹہ اور زیارت تک گئے۔

پاکپٹن شریف

شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر مسعود کے روضہ منورہ پر حاضر ہوتے رہے۔ شیخ محمد اقبال۔ محمد اقبال شاہ۔ حاجی محمد افضل۔ حاجی محمد مشتاق۔ ضیاء پہلوان آپ کے ہمراہ تھے۔

لواری شریف

لواری شریف صوبہ سندھ میں حضرت خواجہ محمد زمانؒ نقشبندی کے روضہ پر حاضر ہوئے۔

قصور

یہاں حضرت بابا جیسے شاہ قادری کے مرقد منور پر حاضری دی۔ یہ مرید ساتھ تھے۔ محمد یونس شاد باغ وغیرہ

چھانگامانگا

یہاں جنگل میں آپ ایک عرصہ تک عبادت و ریاضات میں مشغول رہے یہ تقریباً ۱۹۴۱ء کا زمانہ ہے۔

کراچی

حضرت عبداللہ غازیؒ کے مزار پر گئے یہ عقیدتمند ساتھ تھے۔ حامد نصیر وغیرہ



وصال

۲۰ مئی ۱۹۸۴ء کی ایک صبح مغلوہ ڈاکخانہ کے قریب موٹر سائیکل کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے۔ ایک دن میوہسپتال اور نوون جنرل ہسپتال میں زیر علاج رہ کر ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۸۴ء بروز اتوار علی الصبح سحری کے وقت وصال فرما گئے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۰ جون وارڈ نمبر ۱۰ اور چارپائی نمبر ۱۰ تھی۔

نماز جنازہ علامہ احمد حسن نوری خطیب جامع مسجد فاروقیہ ریلوے کالونی نزد ڈاک خانہ نقل پورہ نے ناچ گھر اور نہر کے درمیان جو وسیع و عریض گراؤنڈ ہے اس میں پڑھایا۔ تقریباً دس ہزار افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جس میں آپ کے سب مرید اور عقیدت مند شریک ہوئے۔

وصال سے سات آٹھ سال قبل جذبِ مستی کی حالت میں نکلے۔ قوالی سنی نیز مکمل کپڑے زیب تن کیے۔ شیر وانی، لنگی اور رومال پہنے اور سلوک کی منزل میں داخل ہوئے، روزہ رکھتے تھے اور عجم کی نماز جامع مسجد فاروقیہ نزد ڈاک خانہ مغلوہ میں علامہ احمد حسن نوری خطیب مسجد کے پیچھے ادا کرتے تھے۔ آپ نے کسی مرید کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا۔ غسل مستری جان محمد سائیں محمد شریف بٹ اور دیگر مریدین نے دیا۔ وفات سے ایک رات قبل درج ذیل پانچ آدمیوں نے آپ کے کمرہ میں جواسٹیل کی الماری تھی اس میں سے رقم نکالی اور گنتی۔

۱۔ صوفی نذر محی الدین ۲۔ محمد اسحاق ۳۔ محمد رمضان
۴۔ محمد شریف ۵۔ حاجی محمد افضل
برآمد شدہ رقم ۴۶۵ و ۶۴۲ روپے تھی۔ جو روغنہ، مسجد اور حجرہ جات کی تعمیر پر خرچ کی گئی۔ اس رقم کے علاوہ ۲ لاکھ روپے سے زیادہ اور اخراجات ہوئے۔
خانقاہ عالیہ جو تقریباً ۲۰ کنال جگہ پر مکمل ہوگی ابھی زیر منصوبہ بندی ہے



مقبرہ

مقبرہ نبرا پر باری دوا آب اور دیوے لائن کے درمیان واقع ہے جو اندرون
پیردن سنگ مرمر سے آراستہ و مزین ہے اور بربل مرگ پختہ واقع ہے۔ اور
گرد چار دیواری ہے مقبرہ کے چاروں اطراف میں غلام گردش ہے اور صدر دروازہ
بائیں جنوب ہے۔ غلام گردش آٹھ ستونوں پر قائم ہے۔ مقبرہ ایک چوڑے
پر واقع ہے۔ جس کے اندر ایک چھوٹے چوڑے پردر میان میں آپ کا مزار ہے
آپ کے چہلم پر پانچ سو جوڑے اور چالیس شیر و انیاں محفیں۔ جو لوگ آپکو
دے جاتے تھے اور یہ سب چہلم کے موقع پر تقسیم کر دیئے گئے تھے۔
روح مزار پر تحریر اس طرح ہے :-

اللہ اکبر

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ

مرکز انوار تجلیات

حضرت پیر محمد صادق نقشبندی الف ثانی

تاریخ پیدائش : رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ

تاریخ وفات : ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۸۳ء بمبئی
بروز انوار۔

۱۔ شریعت غم بہتی سنوارنے والے

۲۔ تجلیوں کو فلک سے اتارنے والے

۳۔ دلوں کو بخش گئے ہیں قرار کی دولت

۴۔ تمام عمر تڑپ کر گزارنے والے



جامع مسجد پیر محمد صادق نقشبندی

مقبرہ عالیہ کے متصل جامع مسجد پیر محمد صادق نقشبندی واقع ہے اس کی عمارت میں مندرجہ گنبد دار ہے۔ مسجد کا مینار ۹۰ فٹ بلند ہے۔ اور کافی دور سے نظر آتا ہے مسجد کا سنگ بنیاد حضرت سائیں صاحب نے اپنی حیات میں ہی رکھا تھا یہ جامع مسجد تہ خانہ۔ ایوان مسجد اور گیلریوں پر مشتمل ہے۔ محراب مسجد آئینہ سازی سے مزین کی گئی ہے تہ خانہ میں مختلف تقاریب کے سلسلہ میں سامان نگر و فیو ہوتا ہے یہ حضرت پیر محمد صادق کا کرم خاص ہے کہ ان کے مریدین پر مشتمل انتظامیہ نے دوبار عالیہ میں یہ مسجد اتنی مختصر مدت میں مکمل کی جس کی مثال نہیں ملتی۔ سب مریدین انتظامیہ کے ہر فیصلے پر مشرک و ہم کر رہے ہیں اور آج تک انتظامیہ نے جو بھی فیصلے کیے ہیں سب انکی رائے کو مد نظر رکھتے ہوئے کیے ہیں۔ اور تمام مریدین اپنی جیب سے ہی تمام اخراجات کرتے ہیں اور کسی سے آج تک چندہ وصول نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی کے آگے دست سوال دراز کیا ہے۔

نام فقیر تنہا ندا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو



دارالعلوم نقشبندیہ

مسجد کے ساتھ ایک دینی مدرسہ دارالعلوم نقشبندیہ کے نام سے جاری ہے۔ مسجد کے ساتھ دو کمرے ہیں۔ پہلے کمرے میں حضرت سائیں صاحب کے تبرکات محفوظ ہیں جن میں یہ اشیاء ہیں:-

شیروانی۔ بوٹ۔ شلوار۔ قمیص۔ پگڑی۔ کھاد۔ چھتری۔ سوٹی۔ دودھ لگیں۔ الماری جس میں آپ کی کتابیں ہیں۔ قرآن پاک۔ رضا وغیرہ کے علاوہ آپ کا کاشت کاری کا سامان از قسم کڑاں۔ کھڑیا۔ مہو گنگھرو ہیں۔

مسجد اور کمروں کے پیچھے گلی کے آخر میں ایک اور کمرہ بنایا گیا ہے اور باہر کی طرف دروازے ہیں۔



آئندہ منصوبہ بندی

انتظامیہ و اراکین دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت پیر محمد صادق نقشبندی نے حضرت سائیں صاحب قبلہ کے دصال کے بعد مقبرہ مسجد اور حجرے وغیرہ نہایت اعلیٰ پیمانے پر تعمیر کرا دیئے ہیں اور مزید ان کی منصوبہ بندی ہے کہ دربار عالیہ کے چاروں اطراف چار دیواری تعمیر کر دی جائے۔ نیز زائرین کے لیے مزید رہائش کے انتظامات کیے جائیں۔ مدرسہ نقشبندیہ میں توسیع کی جائے اور خطیب امام صاحب دعوٰی کے لیے رہائشی مکانات تعمیر کیے جائیں۔ پانی کی فراوانی کے لیے ٹیوب دہل نصب کیا جائے۔



عرس مبارک

آپ کا عرس مبارک ہر سال نہایت تڑک و اشتہار سے ہوتا ہے۔ جس میں آپ کے مریدین۔ اراثت مند۔ عقیدت مند اور دوسرے اصحاب کثرت سے شرکت کرتے ہیں۔

عرس سے ایک دن قبل تمام مریدین اپنے گھروں میں قرآن خوانی کرتے ہیں اور اسی کا ثواب آپ کی روح پر فتوح کو پہنچاتے ہیں۔ نیز کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ بیسیوں مرید ہر سال چادریں چڑھاتے ہیں ان سے کچھ درگاہ میں محفوظ رہتی ہیں اور بقایا تقسیم کر دی جاتی ہیں۔



اخلاقِ عالیہ

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ مجذوبیت میں گزرا اور مختلف حالات میں اللہ اللہ کرتے رہتے۔ صاحبِ جذب و استغراق بزرگ تھے۔ حالتِ جذب و سکر میں آپ ایسے الفاظ ادا کرتے تھے جن کا مطلب حاضرین سمجھ نہ پاتے تھے۔ گرمیوں میں چودہ چودہ کوٹ زیب تن فرماتے اور سردیوں میں نہر میں کئی کئی گھنٹے گزار دیتے لپٹو لگڑی اڑدو، فارسی اور عربی زبانیں جانتے تھے آپ حنفی المسک اور عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محو رہتے تھے۔ سگریٹ، حقہ اور سرسقم کے نشہ سے نفرت کرتے تھے۔ کسی کی دل آزاری اور دل شکنی کی بات نہیں کرتے تھے۔

قد میانہ، بدن پتلا، رنگ سفید گندمی، تیکھی ناک، خوب صورت آنکھیں اور اندازِ تکلم مشفقانہ تھا۔ مریدوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اور انکے مصائب و تکالیف کا خیال رکھتے تھے۔ حقہ اور سگریٹ سے شدید نفرت کرتے تھے اور اپنے نزدیک کسی بھنگی جیسی کو نہ بیٹھنے دیتے تھے۔

آپ کی شخصیت ایک ایسے مہرے کی مانند تھی جس کے کئی پہلو تھے اور ہر پہلو اپنی منفرد تاب رکھتا تھا۔ آپ ہر شخص کے سوال کا جواب اس طرح رازدارانہ انداز میں دیتے کہ صرف سائل موصوف ہی سمجھتا تھا۔ باقی مبسوط افراد جو دہاں موجود

تو ہوتے تھے مگر یہ کلام ان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہوتا تھا۔ آپ ہر شخص سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ کسی کی دل شکنی نہ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مرید یہ دعویٰ کرتا ہے کہ قبکہ کا ہی اس کے ساتھ جس کمال شفقت سے پیش آتے تھے وہ شاید ہی کسی اور کے حصے میں آئے۔ یہی آپ کی شخصیت کا کمال تھا اندازِ تکلم مشفقانہ اور لہجہ دھیما تھا۔ مگر جلالِ کیفیت میں اس میں بجلی کی سی کڑک پیدا ہو جاتی تھی۔ اندازِ کلام میں وہ بے نیازی تھی جو کسی فقیر کا خاصہ ہوتا ہے۔ آپ کسی کی امارت یا مرتبے سے خائف نہ ہوتے تھے۔ آپ کے روئے مبارک میں وہ نور جھلکتا تھا۔ جس سے تشنگانِ فیض کو طمانیت نصیب ہوتی تھی چہرہ مبارک پر وہ جلال تھا کہ شرارتی اور شرپندوں کی قوت گویائی سلب ہو جاتی تھی اور وہ تمام تر فحشی کے اجتماع کے باوجود لب کشائی پر قادر نہ ہو پاتے تھے۔ آپ ظاہری وسعتی شہرت کو ناپسند فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ دعویٰ پسند نہیں کرتا کہ میرے لاکھوں مرید ہوں۔ بلکہ میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میرے مریدوں میں سے کوئی بھی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو اور حقیقتاً آپ کا یہ فرمان بالکل درست تھا ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ اگر اس کا نڈال کام ہو جائے تو وہ آپکو اتنے پیسے دے گا۔ آپ جلال میں آگے اور فرمایا مجھے بخاری دولت کی ضرورت نہیں ہے اگر دولت میری خواہش ہوتی تو میں جس درخت کو ہاتھ لگاتا، وہ سونا بن جاتا۔

آپ بحث اور مناظرے سے پرہیز کرتے تھے۔ مگر سوال کا جواب در تین جملوں میں دے دیتے تھے اور سائل لا جواب ہو جاتا تھا۔ آپ کے جملہ کلمات کو سمجھنا ناممکن ہے آپ کے کلام کا ہر لفظ پُر مغز۔ ذو معنی اور معرفت کے اسرار سے لبریز ہوتا تھا باوجود اس کے کہ آپ کسی دنیاوی سکول سے تعلیم یافتہ نہ تھے۔ آپ سہر زبان

جانتے تھے اور کئی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔

آنجناب نہایت سخی اور فیاض تھے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کسی سائل کو خالی نہ ٹوٹاتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں خوش ہوتا ہوں ان مایہوں کو دیکھ کر جو سائل کا سوال پورا کرنے کے لیے ملتے ہیں۔ دنیا میں جو ہم جمع کرتے ہیں وہ سب نافی ہے اور جو اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں وہی باقی رہنے والا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دو آیات اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اَمَّا مِنْ خِلَافِ مَقَامِ رَبِّہِ وَفَعْلِ النِّفْسِ عَنِ الْہَوَیْ نے مالا مال کر دیا ہے اور اب کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ میں نے اللہ کے بلند مقام سے ڈر کر نفس کو خواہش کرنے سے روک دیا ہے پس جب خواہش ہی ختم ہو گئی تو ضرورت کس بات کی؟ آپ بڑے گوشت کو نہایت چاہتے تھے کھاتے تھے بسا اوقات اپنے ہاتھ سے خود کھانا تیار کر لیتے تھے۔

لاہور میں آپ کی گشت مغل پورہ سے صدر بازار تک تھی جو رات دن کی تھی اکثر فارسی کلام بھی پڑھا کرتے تھے۔



ارشادات عالیہ

جو لوگ صبح قول کی نسبت نکتہ چینی کرتے ہیں اس میں ان کی ناقص دانی کا قصور ہے۔ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ اگر تم شکر کرو گے تو تمہاری نیتوں کو بڑھائیں گے۔ اگر تو آیات قرآنی کو شغلہ زن آگ کے خوف سے پڑھے، تو ان کے ورد سے شغلہ زن آگ کو بچھا دے۔ محبت ہی کے باعث مجھے وصال الہی حاصل ہوا۔ کیونکہ محبت کا نتیجہ وصال ہے۔ جب وصال حاصل ہوا تو میں اس قابل ہو گیا کہ شراب کو (فیض الہی سے مراد ہے) طلب کروں۔ بعد از وصال میں ایسے نشے کا متحمل ہو گیا اور میرا حق تھا کہ میں اپنی شراب معذرت کو طلب کروں۔ وصال کے بعد خاص استعداد حاصل ہوتی ہے۔ جو قبل از وصال نہیں ہوتی (چوں نرا وقت مسی مگر اس جام را) جب مجھے وصال الہی ہو گیا تو میرا کامیاب دل شراب فیض کا ظرف بن گیا۔ جس طرح نشیب کی طرف جلدی جاتا ہے اسی طرح وہ شراب میری طبعی مشین سے سیال کوٹ کو دوڑتی ہے اور اس لیے دوڑتی ہوئی آتی۔ اور اس کو پی کر مست ہو گیا۔ اور میری کستی محنت نہ تھی۔ اس کا مشاہدہ میرے احباب نے کیا۔ شراب پینے کے بعد جب مجھے بصیرت ہوتی تو میں نے دیکھا کہ دیگر قطاب اس نشہ عرفان سے نا آشنا ہیں اس لیے میں نے خود مہماں یہ کہ بیاں خودی کے سبیل سے تمام اقطاب کو دعوت دی کہ آپ ہی میرے رفیق طریقت ہیں۔ میری اتباع و تقلید کرو تا کہ آپ بھی میرے

رنگ میں رنگے جاؤ۔

”اقتباسات از نوٹ بک حضرت پیرسایین محمد صادق نقشبندی“
فرمایا کرتے تھے۔

”تصرف ایک کھن راستہ ہے صوفی کی جان و مال وقف ہوتی ہے
وہ سارے جہان کا دکھ تو سہہہ کتاب ہے مگر کسی سے اپنا دکھ نہیں
کہہ سکتا وہ لوگوں کے غم میں تو شریک ہوتا ہے مگر اپنے غم کا بوجھ خود
تنہا ہی اٹھاتا ہے وہ لوگوں کے سوال تو بارگاہ خداوندی میں پیش
کر سکتا ہے مگر اپنا سوال کسی بشر کے سامنے پیش نہیں کر سکتا۔“
پھر فرمایا:-

”تم کسی کو اپنے سے بُرا نہ کہو شاید وہ اپنی جگہ سپاہ اور تم جھوٹے ہو۔“
ایک جگہ تحریر فرمایا:-

”جنگ وغیرہ تشہ پینے والوں کے لیے جہنم کی آگ میں جلنے کی دھیر ہے“
۱۰ دین کا مغزیہ ہے کہ مصیبت میں بھی نماز ادا کی جائے۔

۱۱ مقدار جمع کیا ہوا مال ہمیشہ نہ رہے گا۔

۱۲ عیب ڈھونڈنے والے اور طعنہ دینے والے کے لیے بربادی ہے۔

۱۳ حلال رزق کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۱۴ جو لوگ صبح قول کی نسبت نکتہ چینی کرتے ہیں اس میں ان کی ناقص رائے
کا قصور ہے۔

۱۵ مقتدرین کے آفتاب کمال غروب ہو گئے مگر ہمارا آفتاب جلال عزت و
شمسیت کے آسمان پر ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

۱۶ اگر تو شعلہ زن آگ کے خوف سے آیات قرآنی کی تلاوت کرے تو ان کے

دور سے شعلہ زن آگ کو بچھا دے۔

☆ بے حُب محمد اہل ایمان ہو نہیں سکتا
خدا کو چاہئے والا مسلمان ہو نہیں سکتا

☆ حب درویشاں کلید درجنت است

☆ دشمنی ایشاں سزا لئے لعنت است
حیاتی ماتی مہر وقت ما
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ



خوارق و کرامات

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حاجی محمد شامی کہتے ہیں کہ میری اہلیہ اکثر بیمار رہتی تھی۔ بہت سے ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھایا مگر کوئی افادہ نہ ہوا۔ بلکہ مرض بڑھتا گیا۔ بالآخر ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کیا کہ بہت سے خرچہ کے بعد ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے آپ مریبان فرمائیں۔ آپ نے چند پڑیاں دیں جس سے مرض مکمل طور پر جاتا رہا اور پھر ایسی شکایت کبھی نہ ہوئی۔

حاجی صاحب مذکور مزید بیان کرتے ہیں کہ کراچی کے ایک اہل حدیث میرے نھان تھے اس دوران آپ بھی میرے گھر تشریف لے آئے، آپ کو نہایت عزت سے بٹھایا۔ اہل حدیث سوچتا رہا کہ جب یہ بزرگ جائیں گے تو میں ان کے متعلق سوال کروں گا اس وقت آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگ دوسروں کی کرامات تو پر جھٹتے ہیں مگر اپنا حال نہیں جانتے جب آپ تشریف لے گئے تو اہل حدیث نے کہا کہ اس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کون سے کرامات کے مالک ہیں مگر آپ نے اس وقت میرے خیال کا جواب دے دیا۔

اقبال احمد شاہ کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ آپ میرے گھر تشریف لائے تو میرے مکان کے ساتھ والے پلاٹ میں پودے لگانے لگے اور فرمایا کہ اس کے ساتھ تیسرا پلاٹ بھی خرید لو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا کہ پلاٹ خرید لو محفارے لیے بہتر رہے گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی وقت ایک آدمی جس سے میں نے چالیس ہزار روپے لینے تھے وہ دے گیا۔ بعد ازاں پلاٹ والوں کا ایجنٹ آگیا کہ تم یہ پلاٹ خرید لو۔ رقم بھریں دے دینا۔ چنانچہ وہ قطعہ اراضی خرید لیا گیا۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے دعوت کے پاس جانا چاہتا تھا کہ اچانک کیا دکھیتا ہوں کہ آپ دروازے میں کھڑے ہیں۔ آدھی رات کے بعد پھر کوشش کی مگر اس دفعہ بھی آپ سترہاہ بنے چنانچہ میں اس امر سے باز رہا اور آئندہ ایسا فقہ نہ کیا۔ آپ اقبال احمد شاہ کے گھر کثرت سے جایا کرتے تھے۔

اقبال احمد شاہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ اجیر شریف کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں تھکانے بھون ضلع مظفر نگر میں ایک رات قیام کیا۔ جب آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے جانے لگے تو میزبان نے ایک آدمی آپ کے ساتھ کر دیا کہ راستہ نہ بھول جائیں آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے چلے گئے اور وہ آدمی باہر بیٹھا رہا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو وہ آدمی آپ کو دیکھنے کے لیے مسجد کے اندر گیا تو دیکھا کہ آپ وہاں نہیں ہیں وہ گھبرا گیا۔ اتنی دیر میں میزبان بھی آگیا اس نے کہا کہ بابا اندر نہیں ہیں چنانچہ دونوں مسجد کے اندر گئے تو دیکھا کہ آپ مسجد میں ہی موجود ہیں۔

شیخ محمد اقبال محمدی مارکیٹ شاہ عالمی لاہور بیان کرتے ہیں کہ ابتدا میں ایک دکان پر ملازم تھا۔ مالک نے مجھے کچھ رقم دی کہ کراچی جا کر مال لے آؤ میں کراچی گیا وہاں ایک شخص کو رقم دے دی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھی اچھی شہرت کا نہیں ہے میں لاہور چلا آیا تو استاد ملاؤ الدین سے اس بات کا ذکر کیا اس نے کہا کہ حضرت سائیں صاحب کے پاس جاؤ۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں بہت سے آدمی بیٹھے تھے میں نے کہنے کی جرأت کی مگر آپ متوجہ نہ ہوئے، مقررہ دیویر کے بعد آپ نے خود ہی مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ شخص لالو کہیت کراچی میں رہتا ہے اور اس کا حلیہ یہ ہے۔ اور چند روز تک آپ کے مالکوں کی رقم واپس مل جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہی حضرت کہتے ہیں کہ میری شادی کی ایک رات کسی نے مجھ کو زہر دے دیا جس سے میں شدید بیمار ہو گیا بہت علاج کیا بالآخر ڈاکٹروں نے جواب دے دیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو کسی نے زہر دے دیا ہے اور مجھے چند دوائیاں لکھوائیں کہ بازار سے خرید لاؤ۔ چنانچہ وہ دوائیاں خرید لایا۔ آپ نے ان کو کوٹ پیس کر دوائی بنائی سارا دن آگ جلتی رہی۔ اور دوائی بنتی رہی۔ اس وقت آپ وہاں مکمل طور پر بیٹھے رہے اور مجھے فرمایا کہ اگر دوائی بننے کے دوران وہاں نہ بیٹھا جائے تو موکل اثر لے جاتے ہیں اس دوائی کے ایک دن کے استعمال کے بعد افاقہ ہو گیا۔ آپ ہر قسم کے مریضوں کو نسخہ لکھ کر دے دیا کرتے تھے۔

شیخ محمد اقبال مزید بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر اجیر شریف میں آپ کے

مہراہ تھا۔ رات کے وقت ایک ہندو عورت ہماری قیام گاہ پر آئی اور کافی دیر تک آپ کو تکتی رہی۔ پھر کہنے لگی کہ ایک عرصہ گزرا آپ اس درخت کے نیچے بیٹھا کرتے تھے اور کافی عرصہ بیٹھے۔ اس پیر کے ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی کا حجرہ تھا۔ غور فرمائیے اس ہندو عورت نے کئی سال قبل کا واقعہ کس طرح بیان کیا ہے۔

صوبیدار محمد یونس خاں نقشبندی کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں ایک دن دوبار حضرت داتا گنج بخشؒ میں حاضر تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عمر شخص دعا مانگ رہا تھا۔ کہ اس کی شادی فلاں لڑکی سے ہو جائے۔ جس کی عمر بارہ سال ہے حضرت سائیں صاحب مزید فرماتے ہیں کہ چند روز کے بعد میں نے دیکھا کہ اس لڑکے کی شادی اس لڑکی سے ہو گئی اور پھر وہ حضرت داتا صاحبؒ کے مزار پر سلام کے لیے آیا ہوا تھا۔ آپ فرماتے ہیں، میں نے سوچا کہ ولایت کے ترکش کا کوئی تیر بھی نشانے سے خطا نہیں ہوتا۔ کیوں نہ میں بھی کچھ مانگوں چنانچہ میں نے دعا کی۔ کہ اللہ مجھے ولی کامل بنا دے۔ حرف دعا لب سے جدا نہ ہوئے تھے کہ غائب سے ندا آئی کہ یہ اٹھنی لے لو اور پونا (مہارت) چلے جاؤ اور ساتھ ہی اٹھنی کے گرنے کی آواز آئی۔ میں نے اٹھنی اٹھالی۔ اور ریل پر سوار ہو کر پونا (مہارت) چلا گیا اور کئی سال وہاں جذب وستی میں گزارے۔ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جس زمانہ میں آپ کفن (ایک کپڑا) پہنا کرتے تھے۔

یہی صاحب لکھتے ہیں کہ راقم فیصل آباد میں اپنے بھائی کے اہل و عیال کے ہاں مقیم تھا اور وہیں ملازمت بھی کرتا تھا۔ محکمہ سے دو ماہ کی رخصت اس لیے لی تھی

کہ بھائی کے اہل و عیال کی نگہداشت کر سکوں اور بھائی کی اہلیہ کو جو کہ امید سے محض
فوری طبی امداد کا بندوبست کر سکوں کیونکہ ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق کہیں پیچیدہ
اور خطرناک مٹا۔ اٹھنی دنوں بھائی کسی سرکاری کام سے چند ماہ کے لیے باہر جا رہے
تھے۔ چھٹی کے دو تین روز ہی گزرے تھے کہ دربار عالیہ سے بلاوا آگیا، میں تیار ہو گیا
رخت سفر باندھا۔ دیکھا تو بھابی بھی ناراض اور والدہ صاحبہ بھی کہنے لگیں چھٹی تو
آپ نے ہمارے لیے لی اور تیاری لاہور کی؟ میں نے عرض کیا یہ وہ جگہ ہے جو ٹالا
نہیں جاسکتا۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جو مجھے بلا رہے ہیں وہی آپ کا خیال
رکھیں گے۔ میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں بس! دربار عالیہ میں پہنچا تو وہاں بھی
وہ رہ کر یہی خیال آتا کہ خاندان بقیہ والے اس راز سے نا آشنا ہیں۔ انھیں ان جمیوں
سے کیا عرض؟ انھیں ناراض ہونے کے لیے محض بہانہ چاہیے یہاں تو واضح وجہ موجود
ہے۔ ایک ہفتہ اسی سوچ میں گزر گیا تو ایک دن حضرت صاحب نے ایک کتاب
کھولی چند صفحے الٹ پلٹ کر ایک جگہ انگلی رکھ کر فرمایا ”پڑھ“ پڑھا تو لکھا تھا ”دنیا
فقیر کے لیے ایک نقطہ کی مانند ہے“ پھر فرماتے گئے۔ ”اگر دنیا کو دیکھنا ہے تو ایک
جگہ بیٹھ کر دیکھو اگر اس کے نیچے جھاگو گے تو صرف آگے والا حصہ نظر آئے گا، تو
نیچے والی دنیا آنکھ سے اوجھل ہو جائے گی۔“ دل کو اطمینان سا ہوا کہ آپ میرے حالات
پر نظر رکھے ہوئے ہیں میں نے تقریباً وہاں پندرہ دن قیام کیا۔ دوران قیام کئی بار
خیال آیا کہ آپ کو اپنے گاؤں سے چلوں۔ مگر یہ خوف لب کشائی میں مانع رہا کہ
شاید گاؤں میں ان کی تنہائی شان خاطر مداخلت کر بھی سکوں گا یا نہیں۔ آپ نے میری
دلی کیفیت کو بھانپ لیا۔ اور فرمایا کہ میں آپ کے (میرے) گاؤں جانا چاہتا ہوں
میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس روز شام کو ہم فیصل آباد کے لیے بذریعہ بس روانہ ہوئے
رات کے تقریباً دس بجے فیصل آباد پہنچے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے (میرے) بھائی بھی

یہیں رہتے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔

چنانچہ ہم بھائی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہنچے تو بھائی کے نوہوہو
بچے کو اٹھا کر پیار کیا۔ جو اسی روز صبح پیدا ہوا تھا۔ خیریت دریافت کی اور باہر صحن
میں آکر تشریف فرما ہوئے اور میری والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ وہ ایسے ہی ان کے
مرید (مجھ) سے ناراض ہو رہی تھیں۔ بس اتنی سی بات تھی۔ اللہ نے اپنا کرم کیا
اور آپ کو پوتا عطا کیا۔ اور کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ چند لمبے بعد میری والدہ صاحبہ
نے پیر صاحب سے عرض کی کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نواسہ دے۔ پیر صاحب
نے فرمایا بے بے اندھیرا ہے یہ اللہ کے کام ہیں لڑکی دسے یا لڑکا۔ یہ اسی کا اختیار
ہے اس پر والدہ صاحبہ نے دل میں سوچا کہ میرا لڑکا جعلی پیر کے چنگل میں پھنس گیا
ہے جو پیر مشکل میں کام نہ آئے اس کا کیا فائدہ۔ دغیرہ وغیرہ خیالات آتے رہے۔
پیر صاحب نے کھانا تناول فرمایا اور تبتم فرماتے ہوئے میری والدہ صاحبہ سے
مخاطب ہوئے۔ ”بے بے تو آپ کیا سمجھتی ہیں کہ تمہارے لڑکوں کا پیر ٹھگ ہے
اچھا تو اللہ آپ کو نواسہ دے گا۔ اس کا نام نجیب اللہ رکھنا۔ میرے دادا کا نام
ہے چند ہی روز بعد آپ کا یہ فرمان درست ثابت ہوا۔ اور لڑکے کا نام نجیب اللہ
ہی رکھا گیا۔ اگلی صبح ہم راقم کے گھر کی طرف جو رہا نہ چوک متعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ کے
نواحی گاؤں میں واقع ہے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر کچھ دیر آرام فرمایا۔ پھر راقم کی
زرمی زمینوں کی طرف روانہ ہوئے۔ راقم کے بھائی بھی ساتھ تھے۔ فصلوں کو دیکھ کر
فرمایا ”بہت خراب حالت ہے“ تو راقم کے بھائی نے عرض کی سرکار! نہری پانی
بہت کم ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ٹوبہ دیل لگاؤ۔ تو بھائی نے عرض کی سرکار
پانی کھا رہا ہے آپ خاموش ہو گئے اور قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر
آپ نے اہل قبور کے لیے دعا فرمائی۔ اور راقم سے دریافت فرمایا کیا اس قبرستان میں

کوئی ولی ہے۔ راقم نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے دعا کی اور واپس آکر فرمایا۔ قبر خالی ہے اس میں کوئی شخص دفن نہیں ہے راقم نے اس کی تصدیق جب اپنے چچا سے چاہی جن کی عمر گاؤں کے آباد ہونے کی عمر کے تقریباً برابر ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ پیر صاحب کا فرمان درست ہے قبر خالی واقعی ہے یہ سائیں چمٹی نے لوگوں سے نذرانہ وغیرہ بوندے کے لیے بنائی تھی۔ پھر آپ راقم کی دادی جہان کی قبر پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ خوش بخت عورت تھی قبر میں بھی قرآن شریف پڑھ رہی تھی۔ پھر آپ راقم کے والد کی قبر پر تشریف لے گئے فاتحہ پڑھی اور چہرہ انور پر افسردگی ظاہر ہونے لگی۔ راقم سے فرمایا وہ تکلیف میں ہیں۔ ان کے لیے دعا کیا کرو۔ قبرستان سے واپسی کے بعد ایک جگہ بیٹھے اور فرمایا کہ یہ جگہ خوب دِل کے لیے ٹھیک ہے۔ عرض کیا گیا کہ یہ سامنے پرانے ٹیوب دِل کی عمارت کے کھنڈرات ابھی باقی ہیں۔ جو کامیاب نہ ہو سکا۔ پیر صاحب نے ایک اور طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ جہاں گوبر کا ڈھیر لگا ہوا تھا کہ یہاں ٹیوب دِل لگاؤ چنانچہ یہ ٹیوب دِل گزشتہ چار سال سے ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔

آپ مزید کہتے ہیں کہ میرے بھائی نے اپنے ایک دوست کا مسئلہ پیش کیا کہ ان کے ہاں چار بیٹیاں ہیں۔ اور بچہ کوئی نہیں ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ان کو بیٹا مل سکتا ہے۔ اگر وہ مجھے ایسی بھینس دیں جیسے یہ سامنے بندھی ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ سائل اپنا سوال خود نہیں کرے۔ مختصر یہ کہ ہم اگلے روز سائل جن کا نام ملک محمد خان تھا کے گھر گئے۔ پیر صاحب نے فرمایا اللہ بیٹا دے گا اس کا نام ذکر حسین رکھنا چند ماہ بعد عید الفطر کے روز اللہ تعالیٰ نے ملک صاحب کو لڑکا عطا فرما کر عید کی دوسری خوشی سے نوازا۔

محمد یونس شاد باغ والے کہتے ہیں:-
کہ میں نے پلاسٹک کے کھلونے بنانے کا چھوٹا سا کام شروع کیا تھا تو آپ کی دعا و برکت سے وہ کام جلد ہی ترقی پذیر ہو گیا۔

ان کا مزید کہنا ہے کہ مصری شاہ میں جہاں میں پہلے رہا کرتا تھا۔ آپ بارہ بجے رات کو آئے کٹڑی دیکھی اور فرمایا کہ یہ کٹڑی خرید لو میں نے عرض کیا کہ حضور میرے پاس پیسے نہیں ہیں آپ خاموش رہے جب میں سیالکوٹ آپ کے ساتھ گیا تو آپ ایک مٹھائی کی دکان پر بیٹھ گئے وہاں آپ نے حلیمیاں لیں اور چائے کے ساتھ دیں میں آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اور پاؤں دبا تا رہا پھر کچھ سے وقفہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم نے وہ کٹڑی نہیں خریدی۔ تو شاد باغ میں کوئی جگہ خرید لو اور پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے وہاں جگہ مل گئی اور میں نے مکان بنالیا۔ جب آپ اس مکان میں تشریف لائے تو فرمایا کہ حضور غوث الاعظم کا ختم دلاؤ۔ جب وہ ختم پڑا تو دوسری جگہ جو خالی پڑی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ زمین خرید لو۔ چنانچہ وہ کام بھی ہو گیا اس کا مالک میرے پاس آیا اور کہا کہ یہ پلاٹ لے لو جب چاہے رقم دے دینا۔

مزید کہا کہ میں نے شاد باغ میں ایک روز میری لڑکی نے بتایا کہ مکان کی چھت پر سانپ ہے میں دو بجے رات تک خوفزدہ رہا۔ بیوی کو اٹھایا کہ چائے بنائے۔ اس نے چائے بنائی اور ہم پینے لگے۔ مگر سانپ کا خیال دل سے نہ نکلا اسی دوران ہم نے دو پھنیر سنہری سانپ دیکھے۔ جس سے ہم بے حد خوف زدہ ہوئے اس وقت ہم نے سرکار کو یاد کیا اور پھر قریب سے ایک سریالے کے انکو

مارا۔ جس سے وہ دونوں مارے گئے۔ یہ سانپ چار پانچ فٹ لمبے تھے۔ پھر ان کو مکان کے نیچے دفن کر دیا۔ اگلے روز جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ان سانپوں کو مار دیا ہے۔ اور پھر آپ خاموش رہے۔

پھر کہا میں ایک عرصہ سے جڑوں کے درد میں مبتلا تھا۔ جس کے علاج کے لیے میں ایک گلاس پانی کا بھرا سوا پیتا تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ گلاس شام کو پانی سے بھر کر رکھا جاتا۔ مگر جب صبح پینے کے لیے گلاس اٹھاتا تو وہ یا آدھا ہوتا تھا یا کبھی کم۔ ہم حیران تھے کہ ایسا کیوں ہوا۔ اوپر والے واقعہ کے اختتام پر یہ جڑوں کا درد بھی ختم ہو گیا۔

شیر حسین۔ میں بازار گوالیہ کی بیان ہے کہ میرے ایک دوست کی جبری نہیں ہو رہی تھی۔ شیخ محمد اقبال نے کہا کہ سائیں صاحب کے پاس چلے جاؤ میرا دوست فقہ جعفریہ سے تعلق رکھتا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو آپ نے ہم دونوں کی تمام برائیاں بیان کر دیں۔ جس سے ہم بہت متاثر ہوئے اور توبہ کی اور پھر اس دوست کا کام بھی ہو گیا۔

حامد نصیر علامہ اقبال ٹاؤن والے کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں دہلی میں تھا ان کے وہاں خط بھی جاتے تھے ایک دفعہ قیام دہلی میں آپ خراب میں آئے تو آپ نے مجھے ہانوسے پکڑ کر کشتی میں بٹھا دیا۔ کشتی پر لکھا تھا یا غوث الاعظم دستگیر۔

ایک دفعہ پھر دہلی میں ہی خواب میں آپ کی زیارت ہوئی دیکھا کہ آپ موٹر سائیکل چلا رہے ہیں اور مجھے منع فرمایا کہ موٹر سائیکل نہ چلانا۔

بشیر احمد موضع ڈمالہ نزد نارووال کہتا ہے کہ میری بچی بیمار تھی میں اس کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ اس کو آسیب کا سایہ ہے وہ گاؤں سے باہر ایک جگہ گئی تھی جہاں بڑے درخت ہیں۔ خانقاہ ہے قدیم کنواں ہے وہاں نہ جایا کرے۔ نقش دیا اور فرمایا کہ وہاں جمعرات کو دیا جلیا کرنا اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔ چنانچہ وہ بیماری دور ہو گئی۔

پھر کہا ایک دفعہ آپ سیون شریف میں تھے اور میں لاہور میں۔ رات کو آپ نے خواب میں مجھے سیون شریف کی زیارت کرا دی۔ جس سے مجھے وہاں کا سارا نقشہ یاد ہے۔

مدرسہ حسین شاہ مصطفیٰ آباد لاہور کا بیان ہے کہ میرا بھتیجا مکان کی چھت سے گر گیا۔ کان سے لسو بہنے لگا۔ سر چھٹ گیا ڈاکٹر نے جواب دے دیا۔ چنانچہ اس کو آپ کے پاس لے گئے۔ وہاں اس وقت سوڈا ٹیڈ سو شخص بیٹھے تھے۔ آپ کے سامنے خون آلود پتھر پڑا تھا مگر آپ متوجہ نہ ہوئے تقریباً دس منٹ کے بعد آپ پیچھے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ کس کا بچہ ہے میں نے عرض کیا کہ میرا بھتیجا ہے آپ نے اس کا منہ کان اور دوسری جگہوں سے خون صاف کیا اور کہا اسے گھر لے جاؤ جب گھر پہنچے تو وہ بچہ بولنے لگا۔ حالانکہ وہ قبل ازیں بے ہوشی کے عالم میں تھا۔

محمد جہانگیر ہندوان چوک ناخدا و سن پورہ لاہور کا کہنا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ مختار سے بھائی کی کتنی اولاد ہے۔ میں نے عرض کیا تینڑیاں۔ آپ نے نسخہ کلمہ کر دیا۔ اور کہا کہ گھر لے جا کر اس کو استعمال کرو۔ چنانچہ ایسا کرنے سے اس کے گھر کا تولد ہوا۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے دو لڑکے پیدا ہوئے۔

عبد اللطیف۔ میں بازار رام گلی لاہور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ فرما رہے تھے کہ مجھے تین ماہ کا فاقہ تھا۔ اس دوران ایک بستی آئی جو اپنے ساتھ ایک بوری کھجوروں کی لائی تھی۔ انھوں نے سونے کی جوتی پہن رکھی تھی اور مجھے کھجوریں کھدانی شروع کر دیں میں تمام بوری کھا گیا۔ جب میں نے ادھر ادھر دیکھا تو دہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اس کا پیچھا کرنے کا قصد کیا۔ مگر وہ یکدم غائب ہو گیا ہے اور کہیں نظر نہ آئے اور نہ ہی ان کے قدموں کے نشان ملے۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ریلوے لائن پر بیٹھے تھے میں دہاں گیا، تو میرے دل میں خیال آیا کہ گیارہویں شریف کا کیا طریقہ ہے؟ اور یہ کیوں دی جاتی ہے ناگاہ مجھ پر عنودگی کی حالت طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ میں بغداد شریف حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ عالیہ میں ہوں۔ حضور دہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ بزرگان دین کے نام اللہ تعالیٰ کے توسل سے نیاز دینی چاہیے اور یہ طریقہ ہے آپ نے مزید فرمایا کہ مختار اکابر ت لاہور میں ہے اور روح بغداد شریف میں۔ چند لمحوں کے بعد میں نے دیکھا کہ میں یہاں ہی ہوں۔

عاجی بشیر احمد ٹاؤن شپ والے کہتے ہیں کہ آپ کشف العقب اور کشف المرآت

تھے۔ میں نے ایک دفعہ عرض کیا کہ میری تبدیلی فیصل آباد ہو جائے آپ نے دعا فرمائی اور تبدیلی ہو گئی۔

محمد سرفراز۔ باغبان پورہ لاہور کہتے ہیں کہ ایک زمانے میں مجھے درد گردہ کی زبردست شکایت تھی۔ اور پیشاب سخت تکلیف سے آتا تھا آپ نے تین بھونکیں ماریں اور میری تکلیف جاتی رہی۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں میں مشہد (ایران) میں تھا۔ وہاں میں نے خیال کیا کہ اگر گھر گیا تو آپ کو دس روپے نذر کروں گا۔ چند یوم بعد جب واپس آیا تو آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دس روپے لاؤ۔

پھر کہا جب میں جرمی گیا تو آپ نے فرمایا کہ پھر میں گے چنانچہ میں دو دفعہ جرمی گیا اور جب واپس آیا تو آپ سے ملاقات ہو گئی۔

یعقوب علی رام گلی ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر بیان کرتا ہے کہ میرے گھر اولاد نہ تھی میں نے ایک لڑکی لے پالک پرورش کی پھر اس کی شادی کر دی۔ مگر اس کے گھر اولاد نہ ہوئی تھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے سب کو چائے پلائی مگر خود نہیں پی۔ میں نے اپنی حاجت بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے گھر کا پیدا ہوا۔

مرکزی مجلس رضا کے بانی اور سرپرست اعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں آپ

سٹیشم کے درخت سے بیٹھا کرتے تھے میں گیا تو آپ ایک شخص سے جوشیٹم کے درخت کے اوپر چڑھ کر ایک ٹہن کاٹ رہا تھا کہہ رہے تھے کہ اس کو نہ کاٹو۔ مگر اس نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ کٹڑی لے کر گھر نہ جاسکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ کٹڑی لے کر جا رہا تھا تو گاڑی کے پیچھے آکر مر گیا۔ آپ کا بیان ہے کہ آپ دس پورہ، رام گلی، باغبان پورہ میں پھر کرتے تھے۔

شیخ نذیر حسین رام گلی والا آپ کے پاس شروع سے ہی جاتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ اس نے آپ کو موہا میں ارٹے دکھایا ہے۔ سائیں صاحب ان کے گھر بھی سائیکل پر جاتے تھے۔

محمد ظہیر مدنی کا کہنا ہے کہ وہ بھی اکثر سائیں صاحب کی خدمت میں جایا کرتا تھا اور آپ بھی اکثر اس کے ہاں آیا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ میرے گھر میں تھے کہ میرے ایک دوست آئے اور کہا کہ وہ فیشن کے کاغذات بنوا رہے ہیں آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے کاغذات ختم۔ چنانچہ اس کے کاغذات گم ہو گئے اور اس کو فیشن نہ مل سکی۔

شیخ محمد اقبال ولد احمد دہ کی پہلی رہائش موچیر وازہ میں تھی۔ پھر آپ نے سکیم نمبر ۲ دس پورہ میں اپنا ذاتی مکان بنایا۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے بھائی محمد ہادی کی دعوت و دعوت دلیہ تھی ہمارا اندازہ ۲۵۰ مہانوں کا تھا۔ اور اس کے مطابق ہم نے کھانا تیار کر لیا چنانچہ آپ بھی تشریف لائے اور آپ کو ایک کمرے میں بٹھا کر کھانا دے دیا۔ اس اثناء میں مہمان کثرت سے آنے شروع ہو گئے۔ جن کی تعداد

بہت زیادہ ہو گئی۔ ہم گھبرا گئے کہ اس تھوڑے سے وقت میں اتنا کھانا کیسے تیار ہو سکے گا۔ آپ کو معلوم ہو گیا چنانچہ آپ نے کھانا کھاتے کھاتے اپنی پلیٹ میں چھپر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ اب کھانا ختم نہیں ہوگا جتنے آدمی چاہیں کھائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

محمد رمضان صدر انتظامیہ کمیٹی کا بیان ہے کہ آپ ان کے گھر میں وظائف کرتے تھے اور جگہ بھی کاٹا تھا۔ ایک دفعہ نہر کے کنارے آپ کے ڈیرے میں ہیں اور میرا لڑکا زیارت کے لیے گئے اندھیرا ہو چکا تھا اس وقت ہم نے آپ کے جسم کو مختلف جگہوں میں علیحدہ علیحدہ دیکھا تھا۔ اس وقت میرا لڑکا بھی موجود تھا جب کہ ہم دونوں آپ کی زیارت کے لیے نہر کے کنارے ان کے ڈیرے پر گئے تھے پھر ایک دفعہ میں اور میرا بیٹا خارق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ شام کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ سونے کی حالت میں ہیں۔ عرض کیا کہ آپ سو جائیں پھر یک دم آپ میرے لڑکے سے گویا ہوئے کہ مجھے سانپ کاٹ رہا ہے اس نے آپ کے جسم کو پیچھے سے دیکھا تو کوئی نشان نہ پایا۔ پھر آپ نے کہا کہ میرے بدن کو سانپ کاٹ رہا ہے۔ اس نے پشت پر ماتھے پھیرا پھر دوبارہ فرمایا میرے بدن کو سانپ کاٹ رہا ہے میری پشت پر ماتھے پھیرو۔ پھر سانپ وہاں سے نکل کر میرے بازو کے پیچھے سے گزرا۔ سب نے دیکھا تو گھبرا گئے۔ اسے مار دیا اس کے بعد بابا جی کی پشت کو دیکھا۔ تو دھجکے سے خون بہہ رہا تھا اور کچھ دم بھی ہو گیا تھا۔ آپ اسی حالت میں اٹھ کر نہر پر نہانے چلے گئے واپس آئے تو خون بند ہو چکا تھا اور کمر پر سانپ کے کاٹنے کا کوئی نشان نہ تھا۔

محمد رمضان مزید کہتے ہیں کہ ان کی لڑکی شدید بیمار تھی اس کا ہر چند علاج کر لیا مگر افاقہ نہ سوا ایک دن ڈاکٹر نے کہا کہ اس کا آپریشن ہو گا ہسپتال میں داخل کر دو اس ڈاکٹر کے حکم کے مطابق میری عدم موجودگی میں میری بیوی بچی کو ہسپتال داخل کرانے لے گئی تو ڈاکٹر نے داخل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صبح آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ جو ہسپتال میں داخل ہوتا ہے وہ مرجاتا ہے اس لیے بچی کو داخل مت کر دو پھر بچی کو واپس گھر لے آئے آپ نے ایک دوائی بنادی۔ اور بہن کی کھال پر نقش کھ دیا۔ بچی بالکل تندرست ہو گئی اور بیماری سے مستقل نجات مل گئی

علی احمد ظہیر مدنی - مدنی انٹر پرائزرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۱۸ ٹیالہ گراؤنڈ - لنک میکو ڈروڈ لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سائیں صاحب رات ہمارے ہاں معطرے ہوئے تھے اس وقت میرے بڑے دادا امیر احمد ضیویٹ سے اپنی ریٹائرمنٹ کے کاغذات تیار کروانے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ان کی بھی آپ سے ملاقات ہوئی۔ صبح کے وقت انھوں نے حضرت سائیں صاحب سے کہا کہ میں پنشن کے کاغذات تیار کروانے کے لیے جارہا ہوں جو آج تیار ہو جائیں گے اسی دن ہم کمرے میں بابا جی سے باتیں کر رہے تھے کہ کسی کو چھینک آگئی دوسرے کمرے میں دادا جی نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہے تھے انھوں نے جو شور سنا تو کہا کہ کیا ٹر ٹر لگا رہی ہے بند کرو یہ منگامہ۔ صبح ناشتے کے بعد انھوں نے دادی جان سے کہا کہ سائیں صاحب سے کہیے کہ دعا کریں آج مجھے پنشن کی ادائیگی ہو جائے جیسے ہی دادی جان نے سائیں صاحب سے دعا کے لیے کہا تو انھوں نے کہا کہ ہم تو ٹر ٹر کرتے ہیں ان کی تو دہان ناس ہی نہیں ہے۔ جب دادا جان دفتر گئے تو واقعی انکی ناس نہ مل سکی۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے والد صاحب حضرت سائیں صاحب کو ملنے

گئے تو انھوں نے پوچھا سناؤ ٹر ٹر کا کیا حال ہے زندہ ہے یا نہیں؟ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ عرصے کے بعد وہ بیمارے میٹرھیوں سے گرے اور اپنے خال خالی حقیقی سے جا ملے۔

اکرام الحق ولد سدا اختر سکیم نمبر ۲ شاد باغ لاہور کا کہنا ہے کہ میں ۱۹۸۰ء میں آپ کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت کمروں میں رہتے تھے اس وقت آپ تنہا تھے، بگڑی اور دو چار کوٹ پہنے ہوئے تھے میں نے عرض کیا کہ ہمارے گھر میں لوگ جنات وغیرہ کے خوف سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں اور راتوں کو نیند نہیں آتی۔ چنانچہ آپ ہمارے مکان پر تشریف لائے اور نقش دیا۔ کہ اس کو دروازے کے اوپر لگا دو۔ اللہ تعالیٰ کا اس قدر فضل ہوا کہ پھر کبھی شکایت نہ ہوئی۔

محمد طارق ولد معراج دین - میناری فروش - رحمت مارکیٹ، قصائی گی راولپنڈی کہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس راولپنڈی میں تین چار دفعہ تشریف لائے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہے چنانچہ میں آپ کو لے کر مسجد میں چلا گیا آپ استنج خانہ گئے میں باہر کھڑا انتظار کرتا رہا جب کافی دیر ہو گئی تو میں نے استنج خانہ دیکھا وہاں کوئی بھی نہ تھا میں دکان پر آیا دیکھا کہ آپ دکان پر بیٹھے ہوئے ہیں آپ کی وجہ سے ہماری دکان بھری ہوئی تھی۔

محمد ابراہیم جاسٹس سیکرٹری کا بیان ہے کہ میری بیوی بیمار تھی اس نے مجھے بتایا نہیں مگر خود ہی ڈاکٹر سے دوائی رہی مگر افاقہ نہ سوا چنانچہ ایک دن میں بھی ہمراہ گیا ڈاکٹر نے اکیس روپے کرانے کے لیے تجویز کیا اگلی صبح اکیس روپے کرانا تھا۔ آپ علی الصبح میری بھانجی کے گھر تشریف لے گئے اور اسے ہمراہ لے کر آئے اور فرماتے گئے

مجھے رات فرشتے نے بتایا تھا کہ تم قاری طبیعت بہت خراب ہے اس لیے میں آیا ہوں۔ اکیس رے کرانے کی ضرورت نہیں ہے تم کو آرام آجائے گا۔ پھر بھی ہم نے آپ کی اجازت سے اکیس رے کرایا۔ جس کی رپورٹ بالکل درست تھی اور اس کے بعد میری بیوی تندرست ہو گئی۔

ایک دفعہ آپ کے آستانہ پر ختم شریف تھا اور آپ کے حکم کے مطابق نماز عصر کے بعد تھا۔ لیکن آپ اسی صبح شیخ محمد اقبال محمدی مارکیٹ شاہ عالمی دالے کے ہمراہ نارووال چلے گئے۔ میری بیوی بھی آستانہ عالیہ میں موجود تھی۔ عین نماز عصر کی وقت آپ شریف لے آئے اور میرے آستانے کے اندر چلے گئے اس وقت میری بیوی شدید تکلیف میں مبتلا تھی آپ نے اسے پوچھے بغیر ایک انڈہ توڑ کر اس میں دوائی ملائی اور ایک کپڑے پر لگا کر اسے کہنے لگے جہاں تھیں درود پوری ہے وہاں لگا دو۔ اس کے لگانے کے کچھ دیر بعد تکلیف مستقر اور ہو گئی۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق



تاثرات

تیرے نام میں دیکھی ہے اسم اعظم کی تاثیر
بارہا دیکھ لیا نام تمہارا لے کر

حضرت میاں شہاب الدین قادری لاہوری

حضرت میاں شہاب الدین قادری م ۱۹۶۵ء فرمایا کرتے تھے کہ سائیں محمد صادق کی کئی حیثیتیں یقین کبھی سالک، کبھی مجذوب۔ آپ نے عمر عزیز کا بیشتر حصہ جذب و سکر اور استغراق میں گزارا۔ جو بات منہ سے نکالا کرتے تھے وہ پوری ہو جایا کرتی تھی سیف الزبان تھے اور نہایت دہربے دالے بزرگ تھے۔

حضرت پیر محمد خلیل نقشبندی سیالکوٹی

حضرت پیر محمد خلیل نقشبندی م ۱۹۸۳ء خلف الرشید حضرت پیر حیات محمد نقشبندی م ۱۹۷۲ء فرمایا کرتے تھے کہ حضرت پیر محمد صادق صادق الطیب اور سیف الزبان بزرگ ہیں۔ حضرت سائیں پیر محمد صادق نقشبندی کے پاس آپ اکثر

آئے رہتے تھے ان کے ہمراہ ان کے صاحبزادگان بھی آتے تھے اور ان سے نہایت اخلاص اور محبت سے پیش آتے تھے۔

عاشقوں کو اب بھی ملتے ہیں وہ اکثر بے حجاب
چشمِ بینا کے لیے ہرگز نہیں کوئی حجاب

حکیم محمد موسیٰ امرت سہری

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرت سہری سرپرست اعلیٰ و بانی مرکزی مجلسِ رضا لاہور کہتے ہیں :-

”میں نے چار دفعہ سائیں محمد صادق نقشبندی سے اتفاقی ملاقات کی تھی ایک دفعہ میں مغلیہ سے خانقاہ عالیہ حضرت میاں میر قادری کی طرف جا رہا تھا تو دیکھا کہ آپ ریلوے کے آہنی پل کے پاس تشریف فرما ہیں۔ اور کافی لوگ وہاں موجود تھے۔ ایک ٹرک سنگڑوں وغیرہ کا وہاں کھڑا تھا۔ اور دہلیں بھی پک رہی تھیں۔ یہ سارا سامان حاضرین کی خاطر تواضع کے لیے تھا۔ کیونکہ اس دن عید میلاد النبیؐ کا مبارک ہوا تھا۔“

آپ صاحب کشف اور سیف اللسان تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ادب و احترام سے کرتے تھے۔ خواہ حالت جذب و استغراق میں ہی کیوں نہ ہوں۔ نیز امام اہل سنت حضرت شاہ احمد رضاؒ خاں بریلوی کی تعریف کرتے اور ان سے گہری محبت رکھتے تھے۔

حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ حضرت سائیں صاحب ”شمع شبستانِ رضا“ سے بھی تعویذ لکھ کر دیا کرتے تھے۔

حافظ خواجه دین نقشبندی جماعتی

حافظ خواجه دین نقشبندی جماعتی ناظم اعلیٰ جامعہ جامعیتہ حیات القرآن

پاٹنڈی لاہور فرماتے ہیں :-

”میں پیر سائیں محمد صادق کو کئی سال سے جانتا ہوں وہ پہلے علی پور سیدیاں میں حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ کھارا حصہ حضرت پیر حیات محمد نقشبندی سیالکوٹی م ۱۹۲۲ء کے پاس ہے چنانچہ آپ تین یوم تک وہاں رہے پھر حضرت پیر حیات محمد نقشبندی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے سرفراز ہوئے۔ پھر ریلوے ہی دنوں بعد ان پر مجذوبی حالت طاری ہو گئی۔ آپ سیالکوٹ میں اپنے پیر و مرشد کے عرس پر بھی جایا کرتے تھے اور ان کے سجادہ نشین حضرت پیر محمد خلیل نقشبندی م ۱۹۸۳ء کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے۔ جو آپ سے نہایت محبت اور خلوص سے پیش آیا کرتے تھے۔ حضرت سائیں صاحب کو حضرت پیر محمد خلیلؒ سے خلافت حاصل تھی۔“

ایک دفعہ حضرت سائیں صاحب جامعہ جامعیتہ حیات القرآن میں گئے تو حافظ خواجه دین سے انھوں نے لسی کی خواہش ظاہر کی۔ جب انھیں لسی پلائی گئی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے اور فرمانے لگے کہ یہ میرا آخری پھیرا ہے حافظ خواجہ دین کا کہنا ہے

کہ وہ کئی مرتبہ دربار صادقہ میں گئے ہیں اور ان کے ساتھ حضرت پیر محمد خلیل بھی تھے ان کا کہنا ہے کہ ہم ہر جمعۃ المبارک کو ختمِ نقشِ بندہ میں سائیں صاحب کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں جب کبھی سائیں صاحب ختم شریف کراتے تو اس مدرسہ سے طالب علم قرآن مجید پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ حضرت سائیں صاحب کے چالیسویں پر جب ہم گئے تھے تو اظہارِ حیات غلف حضرت پیر محمد خلیل نقشبندی بھی ہمراہ تھے۔ اور دربار صادقہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے۔

عالم حسین چیمہ المعروف بہ عالم فقری

جناب عالم حسین چیمہ (عالم فقری) ایم اے ایل ایل بی لاہور بیان کرتے ہیں ”جناب حضرت سائیں پیر محمد صادق نقشبندی اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے آپ کا مشرب فقیرانہ اور درویشانہ تھا۔ آپ حالِ باطن میں کامل تھے۔ آپ نے بے پناہ ریاضت اور مجاہدات کے بعد یہ مقام پایا۔ آپ پر ذکر کا غلبہ اتنا رہتا تھا کہ جس سے چاہے کھلم کھرتے۔ آپ کی ذات بابرکات آنے والوں کے لیے قہی سکون کا سامان مہیا کرتی تھی۔ اس لیے مصیبت زدہ لوگوں کو دیاں راحت ملتی تھی۔ اکثر لوگ آپ کے پاس عمر نما آکر بیٹھے رہتے۔ آپ پر سکرو صحو کی حالت اکثر طاری رہتی تھی اور مجذوبانہ حرکات اکثر آپ سے سرزد ہوجاتی تھیں۔ میں ان سے ملا ہوں۔ ان کی محفل میں ہر قسم کا آدمی آتا جاتا تھا۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ دیرانوں اور بیابانوں میں گزرا۔ لیکن ان کی حالتِ جذب سے یہی معلوم ہوا کہ آپ ہر حال میں یادِ الہی میں مگن رہتے تھے۔

محمد الیاس ولد محمد اکبر (خشک دودھ) والے بیرون شاہ عالمی کا کہنا ہے کہ حضرت سائیں صاحب قبلہ سے ان کی ملاقات ۱۹۶۲ء سے تھی اس وقت آپ مقبرہ میں رہتے تھے۔ بعد ازاں ہنر سے پار چلے گئے میرے ایک ملاقاتی مجھ کو ان کے پاس لے گئے ہر وقت ہزار پانچ سو روپیہ جیب میں ہوتا تھا۔ جس کو حاجت مند سمجھتے اس کی حاجت پوری کر دیتے تھے۔ آپ کے زخمی ہونے پر میں ہسپتال بھی جاتا رہا اور نماز جنازہ میں بھی شریک ہوا۔ آخری عمر میں آپ نے عیدِ میلاد النبی کا جشن بھی ہر سال منایا۔ اور قوالیاں بھی کرائیں۔ میں ایک ابتلاء میں مبتلا ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ آپ نے نقشِ دیئے۔ ان کی برکت سے میرا معاملہ حل ہو گیا۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ کس کس کو کوئی بیان کرے مجھے آپ کے وصال سے تین ماہ قبل ہی آپ کی وفات کا اشارہ ہو گیا تھا۔ آپ کی دعا و برکت سے مجھے بہت فنیغ حاصل ہوا۔

علامہ احمد حسن نوری

علامہ احمد حسن نوری مدیر ماہنامہ ”عرفات“ جامعہ نعیمیہ لاہور اور خطیب جامع مسجد فاروقیہ نزد ڈاک خانہ مغلوپورہ ریلوے کالونی کھتے ہیں۔ حضرت پیر سائیں محمد صادق نقشبندی سے میری ملاقات مکمل طور پر اس وقت ہوئی۔ جب آپ عالمِ جذب و سکری سے نکل کر سلوک کی منازل طے کرنے لگے آپ نے سالک حالت میں وفات پائی اور یہ بہترین وفات ہے آپ نماز جمعہ میری افتاء میں جامع مسجد حنفیہ فاروقیہ ریلوے کالونی نزد ڈاک خانہ مغلوپورہ لاہور میں ان آیام میں

پڑھتے تھے اور عیدین کی بھی۔ آپ کی نمازِ صبح بھی میں نے پڑھائی۔ مزید فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں جو بھی آیا اس پر برکتوں کا نزول ہوا اور اس کے رزق میں برکت بڑھی۔ آپ علامہ احمد حسن زوری کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ وہ ایک نیک خیالات کا انسان ہے اور اس کی نمازِ جمعہ کا خطبہ بہت اثر انگیز ہوتا ہے۔

مفتی محمد شفیع کامونکے والے

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت سائیں صاحبِ نہایت کامل بزرگ تھے بے شمار لوگ آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ آپ عوام الناس کے لیے رحمتِ خداوندی تھے

جناب محمد اسحاق (ڈرائی پورٹ مظہرہ) چیئرمین دربارِ کمیٹی کا کہنا ہے کہ آپ نہایت قناعت پسند، وعدہ پورا کرنے والے اور صداقت پسند تھے آپ سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔

حاجی محمد افضل خراچی سکیم نمبر ۲ شاد باغ کہتے ہیں کہ میری ملاقات ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔ ۱۹۷۸ء میں حج کا ارادہ ہوا تو فرمایا کہ آتے وقت ایک ویسٹ اینڈ کی گھڑی لیتے آنا۔ چنانچہ مناسکِ حج سے جب فارغ ہوا تو گھر کے لیے سلمان خریدیا مگر آپ کی گھڑی یاد نہ رہی اس دوران میں حرم شریف میں بیٹھا تھا کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ چلو بازار چلیں اور گھڑی خرید لیں چنانچہ میں نے گھڑی خرید لی۔ جو ابی اڈے

بھی گئے تھے۔ میرے غریب خانہ پر بھی آتے رہے۔ آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ اپنے مریدوں کو گناہ کرنے سے روک لیتے تھے۔

محمد رمضان انتظامیہ کمیٹی بیان کرتے ہیں کہ آپ قرآنی علوم کے عالم تھے۔ جن مضمون کو بیان کرنا ہوتا وہ قرآنی آیات کی مدد سے بیان فرماتے انہوں نے بے شمار گناہگار لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی میں ان کی صداقت پسندی سے بہت متاثر ہوا جس سے میں آپ کا مرید ہو گیا۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ آپ ان کے ہاں وظائف بھی کرتے تھے اور چلے بھی کاٹا۔

محمد شریف بٹ رکن انتظامیہ کہتے ہیں کہ آپ مسائلِ صحیح بیان فرماتے تھے کرامات کے مالک تھے اور صاحبِ تقصیر بزرگ تھے کئی پیچیدہ امراض کے مریض آپ سے صحت یاب ہوئے۔ غرضیکہ آپ بہترین اوصافِ حمیدہ اور فضائلِ پسندیدہ کے مالک تھے۔

شیخ محمد اقبال جنرل سیکرٹری فرماتے ہیں کہ حالانکہ میں غیر مسلک تھا مگر آپ کی نگاہِ کرم اور تصرفِ باطنی سے متاثر ہوا۔ اور راہِ راست پر آ گیا۔ حضرت سائیں صاحب کی دوا سے ایک مہجر کا مرض دور ہو گیا۔ آپ مریدین کو پنج وقتہ نماز کی ادائیگی والدین کی خدمت اور نمازِ تہجد کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ مگر اجیر ۱۹۸۱ء میں میں آپ کے ہمراہ تھا وہاں وہ حجرہ مقتدرہ جس میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اعتکاف و عبادت کیا کرتے تھے۔ اس کے قریب ہی آپ کو حجرہ مل گیا

تھا۔ جس میں آپ دوران قیام اجیر شریف مقیم رہے۔ اجیر شریف کے تمام مزارات پر حاضری دی۔ دہلی کے مزارات مقدسہ پر بھی حاضری دی۔ کوئی مسئلہ دریافت نہ کیا تو قرآن وحدیث کی رو سے جواب دیتے۔ فارسی شعر بھی سناتے تھے آپ نے دربار عالیہ پر مجھے ۱۹۶۹ء میں سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے مرید بنایا۔ اور حکم دیا کہ نماز تہجد بھی فضا نہیں کرنی۔ عید کی رات کپڑے لے کر جایا کرتا تھا۔ اور آپ لوگوں کو دے دیتے تھے۔ فتوحات بے شمار آتی تھیں اور آپ سب اسی دن تقسیم فرما دیتے تھے۔ بعد از وصال بھی ان کا تصرف جاری ہے دوسرے تیسرے روز آپ کے دیدار سے قلبی سکون مل جاتا ہے سفر میں ساتھ مریدین کا غود خیال رکھتے تھے۔ سہارا تجربہ ہے کہ کوئی بھی مصیبت زدہ یا بیمار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ اس کے آرام کے لیے فوری کارروائی فرماتے۔ فالج، لقوہ، دملور دوسری پیچیدہ امراض کے بہت سے لوگوں نے آپ سے فائدہ اٹھایا، اور شفا یاب ہوئے۔

حاجی محمد شائق بازار وچھووانی اندرون شاہ عالمی لاہور کا کہنا ہے کہ میں ۱۹۶۹ء میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی سال آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ پنجگاہ نماز اور تہجد کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ جو کچھ آتا۔ مریدوں اور دوسرے حاضرین میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ دوسروں کی تکلیف برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مریدوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ میرے ہاں تہنہ میں ایک دفعہ آتے تھے۔

اقبال احمد شاہ سکیم نمبر ۲ شاد باغ لاہور کا بیان ہے کہ میں نے ۱۹۶۹ء میں آپ سے بیعت کی۔ آپ نماز روزہ کی ادائیگی کی نہایت تاکید کرتے تھے موسم گرما میں

تین چار گرم کوٹ اور بڈی پہنے رہتے تھے اور موسم سرما میں اُدھی رات کے وقت نہر سے غسل کر کے یاد اللہ میں مشغول ہوتے تھے۔ اکثر جب میرے گھر آتے تو نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ سفر دہلی میں آپ کے ہمراہ تھا وہاں آپ نے حضرت نظام الدین اولیا حضرت قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت امیر خسروؒ۔ پیر سرے جیسے کے مزارات پر حاضری دی تھی۔ مضافہ بھون ضلع مظفر نگر بھی گئے۔

پاکستان میں پاکپٹن شریف۔ چن پیر۔ شورکوٹ۔ حضرت سلطان باہو۔ حضرت امام برکیؒ نور پور شاہاں۔ سیون شریف۔ عبداللہ شاہ غازی کراچی وغیرہ مقامات پر آپ کے ساتھ تھا۔

محمد یونس پلاٹ نمبر ۱۱۹۔ تاج پارک عامر روڈ شاد باغ لاہور کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں پہلے پہل ۱۹۶۴ء میں حاضر ہوا اور پھر متواتر جاتا رہا۔ آپ کئی دفعہ میرے گھر تشریف لائے۔ حاجت مندوں کو نقش تعویذ وغیرہ کھنڈ کر دے دیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ ان کے ساتھ سفر پر گیا۔

شبیر حسین۔ مین بازار گوالڈی لاہور کا بیان ہے کہ وصال سے چھ ماہ قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مرید ہوا۔ میں آپ کا آخری مرید ہوں۔ سیون شریف اور ساکوٹ کے سفر میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔

حامد نصیر علما اقبال ٹاؤن لاہور کہتے ہیں کہ ۱۹۶۴ء میں آپ کی خدمت میں جانا شروع کیا پھر دو بج چلا گیا واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے وہاں خط بھی لکھتے رہے میں آپ کے ساتھ کراچی اور حضرت سلطان باہو گیا تھا۔

بشیر احمد - ڈالہ - نزد نارووال کا کہنا ہے کہ آپ مستجاب الدعوات تھے اور آپ کی بہت کرامات ہیں۔

مدرسہ حسین شاہ رکن سنگر گئی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں جب آپ سے ملاقات ہوئی تو اس وقت آپ شیشم کے درخت سے تھے۔ آپ کی روحانیت سے متاثر ہو کر میں آپ کے وصال تک آپ کا عقیدہ مندرہا۔ جب کبھی ہم آپ کے قدم دباتے۔ تو فرماتے کہ والدین کی خدمت کیا کرو۔ ۱۹۵۲ء میں بیعت کر لی۔ ۱۹۶۵ء میں جب میں اپنے والد کے ساتھ بکریاں چرانے جاتا تھا تو آپ کو مقبرہ نواب بہادر خاں میں دیکھا کرتا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کے پاس اپنے پیرو مشد کی کئی ایک تحریریں ہیں۔ جن میں جھوٹ، شراب نوشی اور زنا کاری جیسی لغتوں سے بچنے کی تلقین ہے دورانِ قیام کویت آپ کا خط وہاں بھی جاتا تھا۔ ایک دفعہ فرما رہے تھے۔

- ۱۔ اپنے پیرو خواب میں دیکھنا بزرگی کی علامت ہے
- ۲۔ اپنے پیر کے بتائے ہوئے وظائف کو یاد کر لینا فرمانبرداری کی علامت ہے
- ۳۔ بروقت مرشد کا تصور عمر زیادہ کرتا ہے۔
- ۴۔ مرشد کے نقش قدم پر چلنا اندیشہ غم دور کرتا ہے۔
- ۵۔ ہمیشہ پاک صاف رہنا چاہیے۔
- ۶۔ چلتے پھرتے اٹھے بیٹھتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ محمد رسول الله دل میں پڑھتے رہنا چاہیے۔

۷۔ مرشد کا اسم اعظم یہ ہے کہ پیر فرمان پر ہر سانس میں اللہ اللہ کہے۔

محمد جہانگیر پہلوان چوک ناخداوسن پورہ لاہور کہتے ہیں کہ میں نے ۱۹۷۹ء میں بیعت کی۔ آپ نے مجھے نماز روزہ کی تلقین فرمائی تھی۔ پھر مجھے غسل کر کے رات کے دس گیارہ بجے مرید کیا میں نے رومال پگڑی نذر حضور غوث الاعظم ۱۱۱ روپے پیش کیے دوڑاؤ ہو کر مرید ہوا۔

ڈاکٹر محمد لطیف شاہ روضہ پر رہتے ہیں پہلے ریلوے میں ملازم تھے پھر آپ کی محبت آپ کے پاس لے آئی اور آپ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آج تک آپ دربار کی خدمت پر بروقت مستعد رہتے ہیں۔ آپ کا دستور ہے کہ جو کچھ لنگر سے کھاتے تھے اس کا صاب رکھتے تھے اور مہینہ گزرنے پر اس رقم کو جمع کر ادیتے ہیں۔ آپ پر جذب و سکر کی حالت ہے اور رضائے الہی پر صبر و شکر کرتے ہیں۔

عبداللطیف مین بازار رام گلی لاہور کا کہنا ہے کہ اس نے ۱۹۸۱ء میں بیعت کی حالانکہ اس سے کئی سال قبل میرا آنا جانا تھا۔ آپ دو دفعہ میرے غریب خانہ پر تشریف لائے تھے اور نماز کی بہت تاکید کرتے تھے۔

صوفی نذر محی الدین عباس منزل، عباس مشرٹ، عالمگیر پارک نواں کوٹ لاہور کا بیان ہے کہ میں ۱۹۸۰ء میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کے ساتھ میں سیون شریف چوہاسین شاہ، پاکپتن شریف، حضرت سلطان باجوہ سیالکوٹ، امام بڑی گیا تھا۔

حاجی بشیر احمد ماؤن شپ لاہور بیان کرتے ہیں کہ میرا آپ سے ۱۹۵۶ء سے